www.urducouncil.nic.in

ستمبر 2024 ، قیمت :- 15 ₹

ماہنامہ

بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly **BACHON KI DUNIYA**, New Delhi

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اُردو دُنیا دہلی

Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

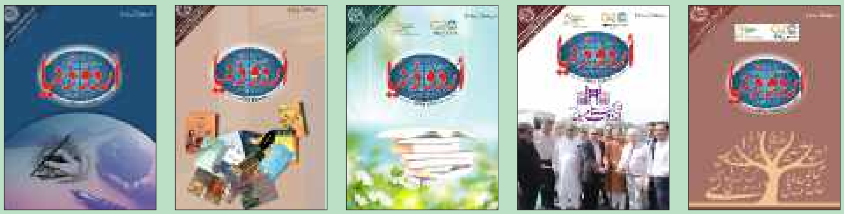

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے ،اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 25 روپے، سالانہ: 240 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

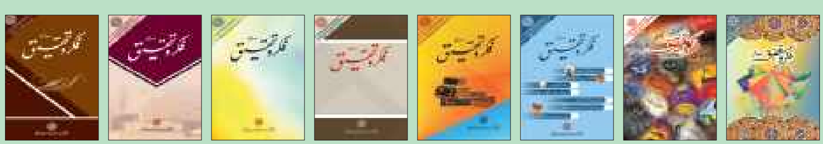

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

بچوں کی دنیا

جلد: 12 شمارہ: 09 ستمبر 2024

مدیر : ڈاکٹر شمس اقبال

نائب مدیر : ڈاکٹر عبدالباری

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ تعلیم۔محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی-110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:49539009-11
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /15 روپے، سالانہ/145 روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی-110066
فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in

علاقائی مرکز: 22-7-110 تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002
فون:040-24415194

اس شمارے میں

اداریہ — مدیر — 04
ڈاک خانہ — قارئین — 05

مضامین

بچوں کو آئین کی اہم باتوں کی جانکاری ضروری — خواجہ عبدالمنتقم — 07
سنا ہے وہ بات کرے تو — سیدہ نوشاد بیگم محمود — 10

تعلیم اور اساتذہ

حکومت ہند کا کثیر لسانی فارمولہ قومی تعلیمی... — جرار احمد — 13
اسکول روز جانا — فراق جلال پوری — 16
بچوں کی کامیابی اساتذہ کی مرہون منت — احسان عالم — 17
میں جو ٹیچر ہوتا — فہیم احمد — 19
ننھی استانی — اسد رضا — 20
تعلیم کے رنگ — فرحین انجم — 22
اساتذہ کے نام — مصباح الدین طارق — 24

نظمیں

تتلیاں سو رہی ہیں پھولوں پر — نسیم عزیزی — 25
ریل گاڑی اور نانی کا گاؤں — شجاع الدین شاہد — 26
نیند کو چھوڑو جگ جاؤ بچو — محمد سلمان — 27
برسات — شمس النسا کرن — 28
دادا جی لیچی لائے — رقیہ خاتون — 29

کہانیاں

کانگڑی کا راز — پرویز مانوس — 30
سایہ — عفت احسان — 35
الٹ گئی تدبیر — تنویر اختر رومانی — 38

مزاحیہ کہانی

چھیڑ خان کی چھیڑ خانیاں — حلیمہ فردوس — 40

قسط وار ناول

جنگل کی کہانی رمیش نارائن تیواری — مترجمہ : زینت شہر یار — 43

سائنس

دھات سے گیس — سید شہاب الدین دسنوی — 50

صحت اطفال

غذائیت سے بھرپور : پپیتا — محمد خلیل — 54

واقفیت عامہ

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات — ادارہ — 56

ننھے فنکار

پاکیزہ روشنی — سید شعیب الحق — 57
دو دوستوں کی کہانی — اناث الدین عتیق الدین پٹیل — 58
پینٹنگ — 59

پیارے بچو! علم سے بڑھ کر دنیا میں کچھ بھی نہیں، جس کے پاس علم ہوتا ہے وہ ناممکن کو بھی ممکن بنا تا ہے، اپنے لیے مختلف مواقع تلاش کر سکتا ہے، علم وہ کنجی ہے جس سے سارے مسائل آسان ہو جاتے ہیں، اپنے ماں باپ اور ملک و قوم کا نام روشن کرنا چاہتے ہیں تو خود کو علم کے زیور سے آراستہ کیجیے، اس دنیا میں بے شمار مخلوقات ہیں لیکن صرف انسان ہی علم حاصل کرتا ہے، صحیح اور غلط میں فیصلے اور اچھے برے میں تمیز کر سکتا ہے، علم ہی انسان کو دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے، دنیا کے تمام مذاہب نے حصول تعلیم پر زور دیا ہے، علم کے متعلق اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ جس کے پاس علم نہیں اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔

بچو! اساتذہ کا ہماری زندگی میں اہم رول ہوتا ہے، وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ ہماری تربیت بھی کرتے ہیں، خلوص و محبت اور محنت سے ہمیں پڑھاتے ہیں اور اپنے طالب علم کو ہمیشہ کامیاب و کامران دیکھنا چاہتے ہیں۔ والدین کے بعد اساتذہ ہی ہوتے ہیں جو ہمارے اچھے اور بہتر مستقبل کے لیے ہمیشہ فکرمند رہتے ہیں اور ہماری خوشی میں وہ خوش ہوتے ہیں اور ہماری ہر پریشانی کو وہ اپنی پریشانی سمجھتے ہیں اور اسے حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ان کا شاگرد دنیا میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے اور اپنے بہترین کردار و عمل سے پہچانا جائے۔

بچو! آپ جانتے ہوں گے کہ یوم اساتذہ 5 ستمبر کو منایا جاتا ہے، 5 ستمبر 1888 کو ہمارے ملک کے سابق صدر جمہوریہ، ماہر تعلیم اور فلاسفر سروپلی رادھا کرشنن پیدا ہوئے تھے، ان کی یوم پیدائش کو ہی یوم اساتذہ کے طور پر منایا جاتا ہے، جب وہ ملک کے صدر منتخب ہوئے تو ان کے شاگردوں نے یوم پیدائش منانے کی درخواست کی تو انھوں نے کہا کہ تم لوگ اگر میری یوم پیدائش کو یوم اساتذہ کے طور پر مناؤ تو مجھے بے حد خوشی ہوگی، اسی وقت سے یوم اساتذہ پورے ملک میں جوش و خروش اور اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے، اس دن اسکولوں میں جشن کا ماحول ہوتا ہے اور مختلف طرح کے ثقافتی پروگرام منعقد کیے جاتے ہیں جس میں اساتذہ کی اہمیت اور افادیت کو پیش کیا جاتا ہے، طالب علم اپنے اساتذہ کو تحفے پیش کرتے ہیں اور ان سے دعائیں لیتے ہیں۔

پیارے بچو! اساتذہ پر نسل نو کو تعلیم یافتہ بنانے اور ان کے مستقبل کو سنوارنے کی اہم ذمے داری ہوتی ہے، یوم اساتذہ منانے کا ایک مقصد اساتذہ کی حوصلہ افزائی بھی ہے کہ وہ جس خلوص اور نیک نیت کے ساتھ بچوں کو تعلیم دے رہے ہیں وہ واقعی قابل تعریف اور لائق تحسین ہے، اس لیے اپنے اساتذہ کا احترام کریں، ان کا کہا مانیں، ان کی باتوں پر عمل کریں، ان کی ہر بات کو غور سے سنیں، ان کی باتیں اور نصیحت گرچہ آج آپ کو سخت معلوم ہو رہی ہوں لیکن یہی چیزیں مستقبل میں آپ کے لیے کامیابی کا سبب بنیں گی۔

آپ کا

شمس اقبال

ڈاک خانہ

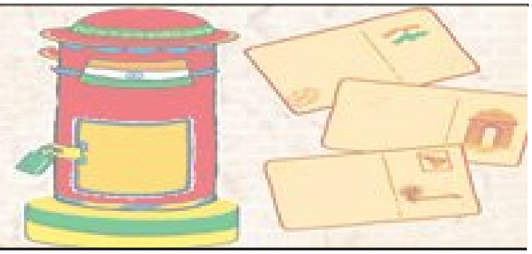

آزادی کے جذبے سے سرشار بچوں کی تصویر والے سرورق کے ساتھ اگست کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ سمندر کے بارے میں جناب امتیاز احمد انصاری نے بہت قیمتی معلومات دی ہیں۔ 'فیوچر لائبریری پروجیکٹ' مضمون معلوماتی تھا۔ گھڑے کی کہانی بھی بہت زبردست اور سبق آموز ہے۔ سبھی کہانیاں دلچسپ لگیں۔ آپ سے استدعا ہے کہ جنگل کی کہانی سیریز ختم ہونے کے بعد وکیل نجیب کا کوئی ناول شروع کیجیے گا۔ ننھے فنکار کالم کو بڑھاوا دینے کی ضرورت ہے تاکہ اس رسالے کے تئیں بچوں کی دلچسپی مزید بڑھے اور ان کی بھی شمولیت ہو سکے۔

سحر اسعد، بنارس، یوپی

تاریخی سائنس و ثقافتی معلومات کا وہ بہت ہی عمدہ اور بہترین لگا۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ ادارے کی ان کوششوں کو اور محنتوں کو قبول فرمائے اور اس رسالے کے سلسلے کو تادیر قائم رکھے۔

شیخ اسامہ شیخ ناصر، سلوڑ، ضلع اورنگ آباد، مہاراشٹر

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' موصول ہوا۔ کئی مہینے بعد یہ رسالہ دیکھا، وہی رنگ برنگے صفحات، وہی بچوں کی پیاری پیاری پینٹنگ دیکھنے سے دل خوش ہو گیا۔ جولائی کے شمارے میں سب سے پہلے مدیر ڈاکٹر شمس اقبال کا اداریہ پڑھا۔ اس شمارے میں بڑی دلچسپ اور بہترین نظمیں اور بہت پیارے پیارے مضامین ہیں۔ مجھے متین الدین صاحب کا مضمون 'پتوں کی گفتگو' بہت پسند آیا اور سائنس میں ریڈیم کی کہانی بھی بہت معلوماتی اور بہترین لگی۔ ادارے کی جانب سے جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے

رسالہ 'بچوں کی دنیا' بہت ہی پر لطف رسالہ ہے۔ اس میں طرح طرح کے مضامین کہانیاں اور نظمیں وغیرہ ہوتی ہیں، جو بہت ہی دلچسپ ہوتی ہیں ہر ماہ کے رسالے کو ہم لوگ بہت ہی دلچسپی کے ساتھ پڑھتے ہیں، اس طرح کے دلچسپ رسالے کو پڑھ کر بچوں میں مطالعے کا شوق بھی پیدا ہوتا ہے میں اور میرے گھر والے ایک ماہ کے رسالے کو پڑھ کر دوسرے ماہ کے رسالے کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ رسالہ ہر ماہ ہمارے

گورنمنٹ اردو گرلس ہائیر سیکنڈری اسکول حریر پورہ برہانپور مدھیہ پردیش کی طالبات اپنے استاد کے ساتھ ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' دہلی کو لیے ہوئے

مدرسہ جامعہ رحمانیہ میں آتا ہے۔ جسے مدرسے کے بچے بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ جولائی 2024 کے شمارے میں محنت کی کمائی، انوکھا چوکیدار یہ سب کہانیاں مجھے بہت اچھی لگیں۔ نظم 'ہمیں اسکول جانا ہے' بھی مجھے بہت پسند آئی۔

رقیہ خاتون، محمد ایوب سلفی، متعلمہ جامعہ رحمانیہ مدنپورہ بنارس

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' جون کا شمارہ پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ ٹائٹل پر بچوں کے ہاتھوں میں پودا ہے۔ ہنسی خوشگوار زندگی کی کنجی ہے، گلوبل وارمنگ پسند آیا۔ تمام نظموں میں جون اور کوئل نے بہت متاثر کیا ہے۔ جاوید اختر کا کوئل پسند آیا، سلیس اردو نظم ہے۔ مجھے تو رستم زماں گاما پہلوان پسند آیا۔ دل ہی نہیں مانتا کہ گاما پہلوان نے انڈیا کا نام دوسرے ملکوں میں روشن کیا اور زبیکو پہلوان کو ہرا کر اپنا لوہا منوایا۔ ہمت کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔ بچوں کو اس کہانی سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ مختصر کہانیاں، لگن کا رنگ، دل کو موہ لیا، لے وائسر کے کارنامے ایک بار بچوں کی دنیا میں پڑھا ہے۔ ڈیجیٹل دنیا پسند آیا اور میرا مضمون 'ادرک کے طبی فوائد' شائع کرنے کا شکریہ۔ بچوں کی پینٹنگ پسند آئی۔ چمن چمن کے پھول ہر بار شائع کریں۔ اس کے علاوہ بچوں کے لیے دوستی کالم شائع کریں، اس کی شمولیت سے بچوں کی دنیا اور دلچسپ ہوجائے گا۔ امید ہے میری رائے آپ کو پسند آئے گی۔

عبدالمجید مکرو، اروانی، اننت ناگ، کشمیر

مضمون

خواجہ عبدالمنتقم

بچوں کو آئین کی اہم باتوں کی جانکاری ضروری

شاگرد استاد سے: جناب والا! آئین (Constitution) کسے کہتے ہیں اور اس کی کیا اہمیت ہے؟

استاد شاگرد سے: بچو! یہ ہماری سب سے اہم قانونی کتاب ہے اور ملک میں کوئی بھی ایسا قانون نہیں بنایا جا سکتا ہے جو اس آئین کے خلاف ہو۔ جس طرح ہر کام کرنے کا ایک طریقہ یا قاعدہ ہوتا ہے اسی طرح کسی بھی ملک کے قانونی نظام اور حکومت کو چلانے کے لیے بھی کچھ اصول اور قاعدے ہوتے ہیں۔ ان اصولوں اور قاعدوں کا نام اردو میں آئین یا دستور، ہندی میں سنودھان اور انگریزی میں کانسٹیٹیوشن ہے۔

سوال: ہمارا آئین کب لاگو ہوا؟

جواب: 26 جنوری، 1950 کو، لیکن آئین ساز اسمبلی اسے 26 نومبر، 1949 کو اختیار کر چکی تھی؟

سوال: آئین ساز اسمبلی کیوں بنائی گئی تھی؟

جواب:: بھارت کا آئین تیار کرنے کے لیے نومبر، 1946 میں آئین ساز اسمبلی تشکیل پائی۔ اس اسمبلی نے یہ ذمے داری ڈرافٹنگ کمیٹی کو سونپ دی تھی۔ اس کمیٹی کے سربراہ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر تھے اور مشیر بی۔ این راؤ تھے۔

سوال:: جناب والا! بھارت کے آئین کی تمہید (Preamble) میں کن کن باتوں کو شامل کیا گیا ہے؟

جواب: اس میں دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ بھارت کو سیکولر عوامی جمہوریہ بنانے اور اس کے تمام شہریوں کو سماجی، معاشی و سیاسی انصاف دلانے اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کو یقینی بنانے کی بات کہی گئی ہے۔

سوال: ہمارے آئین میں کتنی دفعات ہیں؟

جواب: ہمارے آئین میں 395 دفعات اور 12 شیڈیول ہیں۔

سوال: جناب والا! یہ شیڈیول کیا ہوتے ہیں؟

جواب: شیڈیول میں وہ تفصیلی جانکاری دی جاتی ہے جو دفعہ میں دینا ممکن نہیں ہوتا جیسے ساتویں شیڈیول میں تین فہرستیں ہیں، جن میں وہ اندراج شامل ہیں، جن کی بابت

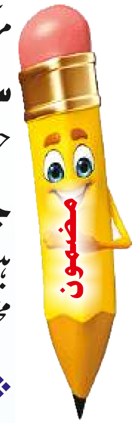

مرکزی سرکار اور ریاستی سرکاریں قانون بنا سکتی ہیں۔

سوال: ہمارے آئین میں عوام کو کون کون سے اہم حقوق حاصل ہیں؟

جواب: آئین کے تحت ہمیں بہت سے حقوق حاصل ہیں مگر سب سے زیادہ اہمیت بنیادی حقوق کی ہے جن کی مختصر تفصیل درج ہے:

❖ **برابری کا حق (دفعہ 14):** بچو! قانون کی نظر میں ہم سب برابر ہیں، نہ کوئی چھوٹا ہے نہ بڑا۔ کسی کا نام کیا ہے؟ مذہب کیا ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ کیا کھاتا ہے؟ کیا پہنتا ہے؟ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

سوال: جناب والا! اگر ایسا ہے تو ہماری کلاس میں کچھ بچوں کی فیس کم ہے اور کچھ کو زیادہ فیس دینی پڑتی ہے؟

جواب: کمزور و پسماندہ طبقات اور درج فہرست ذاتوں اور قبیلوں سے تعلق رکھنے والوں کو سب کے برابر لانے کے لیے بہت سی رعایتیں دی جاتی ہیں۔ ان میں مختلف شعبوں اور اداروں میں ان کے لیے ریزرویشن بھی شامل ہے۔ اسے تفریق یا بھید بھاؤ نہیں کہا جائے گا۔

❖ **تعلیم کا حق (21 الف):** آئین کے تحت تعلیم کا حق ایک بنیادی حق ہے اور یہ حکومت کی ذمے داری ہے کہ وہ مفت اور لازمی تعلیم دینے کا انتظام کرے۔

❖ **نجی آزادی کا حق (دفعہ 21):** کسی بھی شخص کی غیر قانونی طریقے سے جان نہیں لی جا سکتی اور نہ اسے قید میں رکھا جا سکتا ہے۔

❖ **مذہب، نسل، ذات، جنس، مقام پیدائش وغیرہ کی بنیاد پر کسی کے ساتھ کوئی بھید بھاؤ نہیں کیا جا سکتا (دفعہ 15):** ہر شخص کو اس بات کی آزادی ہے کہ وہ کسی بھی دکان، ریستوران، ہوٹل یا تفریح کی جگہ جا سکے اور کنوؤں، تالابوں، اشنان گھاٹوں، سڑکوں اور تمام عام سہولیات کا فائدہ اٹھا سکے۔

❖ **مذہبی آزادی (دفعہ 25):** آئین کے تحت تمام لوگوں کو کوئی بھی مذہب ماننے اور اس کی تبلیغ کرنے کی آزادی ہے لیکن اس آزادی کا استعمال اس طرح کیا جانا چاہیے جس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔

❖ **اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ (دفعہ 29):** آئین کے تحت اقلیتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ثقافتی حقوق جیسے اپنی زبان، رسم الخط اور اپنی تہذیب کی حفاظت کر سکیں۔

سوال: اقلیتوں میں کن مذاہب کے ماننے والے شامل ہیں؟

جواب: مسلمان، عیسائی، سکھ، جین، بودھ اور پارسی

❖ **اقلیتوں کو تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا حق (دفعہ 30):**

آئین کی اس دفعہ کے تحت مذہبی و لسانی اقلیتوں کو اپنی پسند کے تعلیمی ادارے قائم کرنے اور ان کا انتظام کرنے کا پورا پورا حق و آزادی حاصل ہے لیکن انھیں حکومت کے ذریعے بنائے گئے اصولوں اور قاعدوں کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔

❖ **سرکاری نوکری میں سب کو برابر مواقع (دفعہ 16):** اس دفعہ کے مطابق سرکاری نوکری میں سب کو برابر مواقع حاصل ہیں۔ کسی کے ساتھ بھی مذہب، نسل، جنس، مقام پیدائش یا دیگر کسی بھی بنیاد پر بھید بھاؤ نہیں برتا جا سکتا۔ البتہ درج فہرست ذاتوں، قبیلوں اور پسماندہ طبقات کو دوسرے طبقات کے برابر لانے کی نیت سے رعایت دی

جاسکتی ہے۔

❖ **چھوت چھات کا خاتمہ (دفعہ 17)**: اس دفعہ کے ذریعے چھوت چھات کو بالکل ختم کردیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو کئی ایسے قانون موجود ہیں جن کے تحت اسے سزا دی جاسکتی ہے۔

❖ **خطابات کا خاتمہ (دفعہ 18)**: اس دفعہ کے ذریعے خطابات جیسے راجہ مہاراجہ، نواب، خان بہادر وغیرہ ختم کردیے گئے ہیں۔ اب نام کے ساتھ ان الفاظ کا استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

❖ **مختلف آزادیوں کا حق (دفعہ 19)**: اس دفعہ کے تحت تمام شہریوں کو اظہار رائے، بغیر ہتھیاروں کے پر امن طریقے سے جمع ہونے، انجمنیں یا یونین قائم کرنے، ملک میں کہیں بھی آنے جانے اور بسنے کی آزادی ہے۔ البتہ کسی معقول بنیاد پر کوئی پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

❖ **کسی بھی مجرم کو جرم کے وقت لاگو قانون کے تحت سزا دینا (دفعہ 20)**: کسی بھی مجرم کو صرف جرم کے وقت لاگو قانون کے مطابق ہی سزا دی جاسکتی ہے۔ اب ہمارے ملک میں مجرمین کو انصاف دلانے کے لیے بھارتیہ نیائے سنہتا کے نام سے ایک نیا قانون لاگو ہوگیا ہے لیکن جو مقدمے پہلے سے چل رہے ہیں، ان پر پرانا قانون ہی لاگو ہوگا۔

❖ **چھوٹے بچوں سے کارخانوں وغیرہ میں کام کرانے کی ممانعت (دفعہ 24)**: 14 سال سے کم عمر کے کسی بھی بچے کو کسی کارخانے یا کان میں یا کسی اور خطرناک کام میں نہیں لگایا جائے گا۔

❖ **انسانوں کی تجارت اور جبراً خدمت لینے کی ممانعت (دفعہ 23)**: آئین کی اس دفعہ کے مطابق انسانوں کی تجارت منع ہے اور ان سے نہ تو جبراً کوئی کام کرایا جاسکتا ہے اور نہ ہی بیگار یعنی کسی کو مناسب مزدوری نہ دے کر یا بغیر کسی مزدوری کے زبردستی یا کسی دباؤ کے تحت کوئی کام کرانا۔

❖ **بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کی صورت میں قانونی کارروائی کا حق:**

اگر کسی شخص کے بنیادی حق کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو وہ ہائی کورٹ و سپریم کورٹ میں رٹ داخل کرکے اپنا حق حاصل کرسکتا ہے۔ بچوں کی جانب سے بھی ایسی کارروائی کی جاسکتی ہے۔

اس کے علاوہ آئین میں اور بہت سی باتیں شامل ہیں مگر ان سب کا یہاں احاطہ کرنا ممکن نہیں لیکن ہم آپ کو یہ ضرور بتائیں گے کہ آئین کے تحت آپ کے کچھ بنیادی فرائض بھی ہیں۔ ہر شہری کا یہ فرض ہے کہ وہ آئین پر عمل کرے، ملک کے جھنڈے اور قومی ترانے کا احترام کرے، ملک کی حفاظت کرے، بہ وقت ضرورت قومی خدمت انجام دے، عام بھائی چارے کے جذبے کو فروغ دے، خواتین کا احترام کرے، قدرتی ماحول کو محفوظ رکھے اور جانداروں کے تئیں محبت و شفقت کا جذبہ رکھے۔

(مضمون نگار ماہر قانون، مصنف، آزاد صحافی، سابق بیوروکریٹ و بین الاقوامی ادارہ برائے انسانی حقوق سوسائٹی کے تاحیات رکن ہیں)

■

Khwaja Abdul Muntaqim
H-3, Dharma Apartment, 2-I.P Extn.
Delhi- 110092
Mob.:9818369624
amkhwaja2007@yahoo.co.in

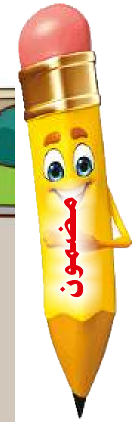

سنا ہے وہ بات کرے تو...

سیدہ نوشاد بیگم محمود

بچو! آؤ ہم گفتگو کے آداب پر بات چیت کرتے ہیں۔ ہمارے بات کرنے کا طریقہ متاثر کن ہونا چاہیے یعنی ہم جو کہہ رہے ہیں اُس کا اثر سننے پر اچھا ہونا چاہیے اور آپ کی گفتگو سے ہی سننے والے پر اتنے اچھے اثرات پڑنے چاہیے کہ وہ شخص کہے کتنا سمجھدار اور ذہین بچہ ہے۔ وہ آپ کے والدین اور اُستاد کی بھی تعریف کرے گا کہ کتنی اچھی تربیت دی گئی ہے؎

کرتا ہے مجھ سے روز کمالِ سخن سوال
تشہیر چاہیے کہ پذیرائی چاہیے

ہم جو بات کہہ رہے ہیں اُسے سامع بالکل اسی طرح سمجھ رہا ہے نا؟ اس بات کا اندازہ لگا لیجیے۔ حسنِ کلام کا انداز بہترین ہوگا تو وہ صحیح طرح سے سمجھا جائے گا۔ اُس کے لیے آپ کا اندازِ بیان واضح ہوگا اور خود اعتمادی بھی شامل ہوگی تو دیکھیے ہر انسان آپ سے گفتگو کر کے خوشی محسوس کرے گا۔ کسی شخص سے یا اجتماع کے سامنے مخاطب ہونے سے قبل غور و فکر کر کے بولیں۔ طرزِ بیان اور آداب کا لحاظ رکھیں تو آپ کی بات ضرور سُنی جائے گی۔ ورنہ بقول حفیظ جالندھری؎

جانے کیا کہہ دیا تھا روزِ ازل
آج تک امتحان ہے پیارے

کہ مصداق ہماری بات بے مقصد ہو جائے گی۔

صداقت پسندی اور ایمانداری کا خیال ضرور رکھیں۔ ہمیشہ خود کی ذات سے بھی سچائی اور ایمانداری برتیں۔ مصنوعی مسکراہٹ اور بناوٹی لفظوں کے جنجال میں خود کو پوشیدہ نہ رکھیں۔ دیکھنے اور سننے والے غضب کی نظر رکھتے ہیں۔ وہ لوگوں کے چہروں کے پیچھے کا حال پڑھ لیتے ہیں۔ ہوشیار، دور اندیش ہونا اچھی بات ہے لیکن بناوٹی رنگ اپنے اوپر نہ چڑھائیں۔ گفتگو کے دوران بناوٹی باتیں رشتوں کو کمزور کرتی ہیں۔ آپ کے ادا کیے گئے الفاظ آپ کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ آپ کے سوچنے کا عمل سمجھ میں آتا ہے۔ لفظوں کا استعمال سوچ کر کیجیے۔ پہلے تولو اور پھر بولو۔ آپ کے ذریعے کہے گئے

لفظوں سے دوسرے کا دل نہیں دُکھنا چاہیے۔ کیونکہ لفظوں کو ہتھیار بھی کہا جاتا ہے۔ جس طرح کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں آتا اُسی طرح زبان سے ادا کیے گئے لفظ دوبارہ واپس نہیں لیے جاتے۔

بھارت کے سابق وزیراعظم اٹل بہاری واجپئی ایک عمدہ مقرر تھے۔ اور سامعین اُن سے فوراً وابستہ ہو جاتے تھے۔ وہ اپنے لفظوں کو بہت سوچ کر بولتے تھے۔ اور یہی بات دیگر متاثر کن مقررین کے معاملے میں سچ ہے۔ اپنے لفظوں کو منتخب کر کے دُرست انداز میں دورانِ گفتگو جو استعمال کرتے ہیں اُس سے انسان کی دماغی وسعت ،تجربات اور ذہانت کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان کو جب آزادی حاصل ہوئی تب پنڈت نہرو کے کہے الفاظ میں آپ کو بتاتی ہوں۔ یاد رکھیے ان لفظوں کو زندگی میں کام آئیں گے۔ ”درمیانی رات کو اُس گھڑی جب پورا عالم نیند کی آغوش میں سو رہا ہوگا تب ہمارے دیش میں آزادی کی ایک نئی صبح روشن ہوگی۔ طویل مدت سے غلامی کے نیچے دبے ہوئے ملک کو نئی زندگی ملے گی۔“ تاریخ میں آج بھی یہ الفاظ تابندہ ہیں۔ اپنے دلی خیالات ہی اپنا عہدہ، مرتبہ، مقصد، تحریک اور تجربات کی گہرائی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

ہمارے دل میں جتنی باتیں واضح ہوں گی ہم اُتنا ہی پُر اثر انداز میں لوگوں کے سامنے بیان کر سکتے ہیں۔ اس کا مفہوم یہ بھی ہوتا ہے بچو! کہ جس موضوع پر آپ بات کر رہے ہیں یا کرنے والے ہیں اُس کی معلومات کا کینوس اُتنا ہی وسیع ہونا چاہیے۔ ایک بات یاد رکھیے جب آپ بات کرتے ہیں تو اپنی جسمانی حرکات وسکنات کو اپنے قابو میں رکھنا سیکھیں۔ آپ جو کہہ رہے ہیں اُس کے مطابق ہی جسمانی نقل وحرکت ہو تو آپ کی ذہنی اور جسمانی یکسانیت بخوبی اثر انداز ہوگی۔ ہم جو کہنا چاہ رہے ہیں وہ ہمارے اُصولوں سے ہماری رائے سے جڑنا ضروری ہے۔ آپ اپنی گفتگو کا لہجہ، زیر و بم، شدت، ہم آہنگی درجہ اور تال میل کو بدلتے رہیں تب آپ محسوس کریں گے کہ سننے والا آپ کے ایک ایک لفظ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ آپ کی قابلیت پر لوگوں کو خود اعتماد ہونے لگتا ہے۔

پہلے تو عمدہ سامع بننے کی کوشش کیجیے اور اپنی گفتگو پر اثر بنانے کے لیے کچھ وقت لیجیے۔ اگر آپ اسکول کے زمانے سے ہی بولنے کی تقریر کرنے کی عادت ڈال لیں گے تو آپ کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوگا اور مستقبل میں آپ ایک بہترین خطیب بن سکیں گے۔

دوران گفتگو نامعقول یا غیر موزوں لفظوں کی ادائیگی بھی آپ کو پریشانی میں مبتلا کر سکتی ہے۔ اور اسی غیر ذمے داری کے باعث کسی کی زندگی میں ایک بہت بڑی ہلچل، افراتفری اور بحث چھڑ سکتی ہے۔ ایک غلط لفظ کی ادائیگی بھی طرزِ بیان کے مفہوم کو بدل سکتی ہے۔ جب بات کرتے ہیں تب اس بات کا اندازہ ضرور لگا لیں کہ سننے والوں نے آپ کا مقصد اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ آپ کا پیغام مناسب طور پر پہنچ پایا ہے یا نہیں، یہ سمجھنا ضروری ہے۔ اگر آپ کے مخاطب کو آپ کا کہا سمجھ میں نہ آرہا ہو تو اُسے قصوروار نہ سمجھیں بلکہ آپ دورانِ گفتگو کہیں کم پڑ رہے ہیں یا موضوع سے ہٹ کر بات کر رہے ہیں اس ذمے داری کو قبول کر لیجیے۔

ابھی آپ مدارس یا اسکول میں زیرِ تعلیم ہوں تو ظاہر

مضمون

سی بات ہے کہ آپ کے اُستاد یا سرپرست آپ کو کسی موقعے پر تقریر لکھ کر دیتے ہیں یا اگر آپ ذہین ہوں تو چھوٹی تقریر خود بھی لکھ سکتے ہو۔ لیکن جو بھی لکھو موقعے کے مطابق لکھو۔ تہوار ہو، آزادی کا دن ہو یا کسی شخصیت پر بولنا ہو یا حالات پر بھی۔ اپنے خیالات کو جمع کرکے سلسلے وار لکھنا شروع کریں اور اُسے رٹنے کی غلطی کبھی نہ کریں۔ رٹّو طوطے اکثر اسٹیج پر بھول جاتے ہیں۔ پھر آپ کو شرمندگی محسوس ہوسکتی ہے۔ ویسے ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے ہر انسان شروع شروع میں تقریر کرتے وقت لڑکھڑاتا ہے۔ اس لیے اُسے سمجھ کر یاد کریں تو آپ خوداعتمادی کے ساتھ بول سکیں گے اور سننے والے کو محسوس ہی نہیں ہوگا کہ آپ کو کسی نے لکھ کر دیا ہے۔

ایک اسکول کا واقعہ ہے کہ وہاں اسکاؤٹ گائیڈ کے مقابلے جاری تھے۔ ایک بچّے کو ٹیچر نے تقریر لکھ کر دی۔ وہ روزانہ یاد تو کررہا تھا لیکن صرف رٹ رہا تھا۔ اب جس روز جلسہ تھا اور بچوں کو انعامات دیے جانے والے تھے اُس بچے کو تقریر کرنی تھی۔ لڑکا جب تقریر کرنے کھڑا ہوتو کچھ پیراگراف بولنے کے بعد وہ تقریر بھولنے لگا۔ سب بچّوں کے والدین سامنے بیٹھے ہوئے تھے اس بچّے کی ماں بھی سن رہی تھی۔ اچانک بچّہ تقریر بھول گیا۔ اُستاد نے اشارے سے کہا کہ میں پردے کے پیچھے سے بولتا جاتا ہوں تم میری آواز سُن کر بولنا شروع کرو۔ شاگرد نے ویسا ہی کیا۔ اور اس طرح تقریر ختم ہوگئی۔ سامعین نے تالیاں بجا کر بچّے کی حوصلہ افزائی کی۔ تب اُستاد اسٹیج پر آکر اُس بچّے کو شاباشی دینے لگے کہ اس بچّے کی ہمت دیکھیے وہ ڈٹا رہا اسٹیج چھوڑ کر گیا نہیں۔ اور نہ ہی خوف زدہ ہوا۔ اُستاد نے تعریف کرکے بچّے کی ہمت بندھائی۔ آئندہ کیا وہ بچّہ تقریر کرنے سے ڈرے گا؟ نہیں۔ اُس نے جیسی بھی تقریر کی سامعین اور اُستاد نے اس کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ ایک کامیاب اُستاد اس طرح اپنے بچّے کو احساسِ کمتری سے بچا بھی لیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں نا ع

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں

■

Sayyeda Naushad Begum Mahmood
Shri Darshan Apts., B-203, Mumbai
Pune Road, Shastri Nagar, Kalwa
Distt.: Thana- 400605 (Maharashtra)
Mob.: 9867650210
sameer.mahadkar@gmail.com

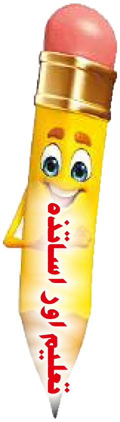

حکومت ہند کا کثیر لسانی فارمولہ
قومی تعلیمی پالیسی 2020 کے تناظر میں

جرار احمد

پیارے بچو! ہمارے ملک بھارت میں مختلف ضرورتوں کے تحت تعلیم کے فروغ کے لیے متعدد بار تعلیمی پالیساں بنائی گئی ہیں۔ پالیسی کسی بھی ملک کا ایک اہم دستاویز ہوتا ہے اور تعلیم کے میدان میں اس کی حیثیت ایک رہنما اصول کی ہوتی ہے۔ ملک کے ساتھ ساتھ ریاستیں اسی کی روشنی میں اپنے اسکول کے تعلیمی امور میں تبدیلیاں لاتی رہتی ہیں۔

کوئی بھی ایسا شخص نہیں جسے تعلیم و زبان کی ضرورت نہ ہو خاص کر بنیادی تعلیم کی۔ کیونکہ اعلی تعلیم بنیادی تعلیم پر ہی منحصر ہوتی ہے۔ الفاظ، حروف، جملے، خیالات، مافی الضمیر کا اظہار ان کی تفہیم اور جوڑ، گھٹانا، حساب کتاب کی صلاحیت کی ضرورت ہمیں ہر جگہ ہوتی ہے، اس کے بغیر اچھی زندگی بسر کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آج کی زندگی تعلیم کے بغیر ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتی ہے۔ جس طرح سے آج کا معاشرہ مسلسل ٹیکنیکل اور ہائی ٹیک اور گلوبل ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے وقت میں زبان اور خاص کر مادری زبان اور کثیر لسانیت کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ نیز ملک کی تعمیر و ترقی میں زبانیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ ساتھ ہی اتحاد اور قومی انضمام ملک کی ترقی کا ضامن ہوتا ہے اسی بات کے پیش نظر بھارت جیسے ملک میں شروع سے ہی لسانی تکثیریت پر زور دیا گیا ہے اور ہماری پہلی قومی تعلیمی پالیسی 1968 کے آغاز کے وقت سے ہی سہ لسانی فارمولے کو متعارف کرایا گیا۔ اس امر کو مختلف کمیٹیوں اور کمیشن نے ضروری سمجھا اور اب پھر قومی تعلیمی پالیسی 2020 نے بھی اس کی پرزور وکالت کی ہے۔

زبان کی تکثیریت کے حوالے سے قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ”تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ 2 تا 8 برس کی عمر کے عرصے میں بچے زبان زیادہ تیزی سے سیکھتے ہیں اور یہ کہ زیادہ زبانوں کے استعمال سے چھوٹے بچوں کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے“ اسی بات کے پیش نظر حکومت ہند نے طلبہ کی ہمہ جہت ترقی کے لیے کثیر لسانی فارمولہ تیار کیا تاکہ ہندوستان کے تمام بچے کم سے کم تین زبانوں کے عالم ہوں۔ جس میں ایک علاقائی زبان سمیت دو مقامی بھارتی زبان اور انگریزی لازمی زبان کے طور پر شامل ہو۔ زبان کے انتخاب میں بچے اور ریاستیں آزاد ہوں گی۔ اس فارمولے کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ اس میں میڈیم آف انسٹرکشن بچے کی مقامی زبان ہوگی ساتھ ہی وہ آگے چل کر اپنی منتخب زبان کو تبدیل بھی کرسکتا ہے۔ یہ مانا جاتا ہے کہ بچے کی علمی

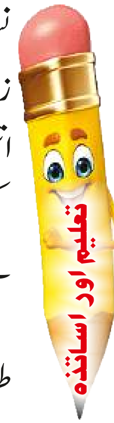

نشوونما میں زبانیں سیکھنا بھی شامل ہے۔ نیز جو بچہ جتنی زیادہ زبانیں جانتا ہے اس کی نشوونما اور تعلیمی صلاحیت اتنی ہی بہتر ہوتی ہے جو کہ بہت ہی اہم ہے۔ نیز اس سے کثیر لسانی اور بین الاقوامی ہم آہنگی کے فروغ میں بھی مدد ملے گی۔

بچے ہوں یا بڑے سب اپنی علاقائی زبان کو اچھی طرح سمجھتے اور جانتے ہیں بس یوں کہیں کہ دل سے نکلتی ہے اور دل میں اترتی ہے تو بے جا نہیں ہوگا۔ تاہم بچے اپنی زبان میں زیادہ سیکھتے ہیں۔ اس کے پیش نظر قومی تعلیمی پالیسی 2020 نے بنیادی خواندگی کثیر لسانی صلاحیت کے مقصد کو پالینے کی خاطر اساتذہ کی تقرری میں علاقائی اساتذہ کو ترجیح دیے جانے پر زور دیا ہے اور پھر ایسے اساتذہ کی تقرری پر زور دیا ہے جو علاقائی زبانوں سے مانوس ہوں۔

پیارے بچو! قومی تعلیمی پالیسی نے بہ یک وقت دو باتوں کا خیال رکھا۔ ایک طرف اساتذہ کی تقرری دوسری جانب ایسے اساتذہ کو ترجیح جو علاقائی زبان سے واقف ہوں۔ علاقائی اساتذہ سے یہ فائدہ ہوگا کہ بچوں کی سیکھنے کی رفتار تیز ہوگی نیز اساتذہ کی بحالی کا یہ فائدہ ہوگا کہ پہلے سے تقرر کردہ اساتذہ کا بوجھ کم ہوگا جس کی وجہ سے اساتذہ محنت و لگن سے اپنی تدریس کو جاری رکھ سکیں گے اور اس کے ذریعے حکومت طلبا اساتذہ کی شرح 1:30 کو اسکولی سطح پر یقینی بنانے کے ہدف کو بھی پورا کر سکے گی۔

آموزش یعنی لرننگ کے لیے خوش گوار ماحول کا ہونا نہایت ضروری ہے، اگر ماحول خوشگوار نہیں ہے تو سو فیصد تعلیم ممکن نہیں ہے اور یہ خوش گواری پسندیدہ زبان کے ذریعے بھی لائی جا سکتی ہے۔ اس لیے ہر طرح سے ماحول کو خوشگوار بنایا جائے گا۔ طلبا کے لیے ہر سطح پر خوشگوار اور متاثر کن کتابیں تیار کی جائیں گی، جس میں تمام مقامی اور ہندوستانی زبانوں میں اعلی معیار کے ترجمے (ضرورت کے مطابق ٹکنالوجی پر مبنی) کے ذریعے تیار کیا جائے گا۔ جب یہ کتابیں، تراجم تیار ہو جائیں گی تو طلبا تک اس کی رسائی کو آسان اور عام کرنے کے لیے کتب خانوں کا قیام ہوگا اور یہ کتابیں اسکول اور مقامی عوامی لائبریریوں میں وسیع پیمانے پر دستیاب ہوں گی۔ نیز اس طرح کی کتب کو فروغ دینے اور پڑھنے کے کلچر کو عام کرنے کے لیے پورے ملک میں سرکاری اور اسکول کی لائبریریوں کو نمایاں طور پر بڑھایا جائے گا۔ ان کتب تک کہیں سے بھی، کسی بھی وقت، کسی کی بھی (ہر کسی کی) رسائی کو عام اور یقینی بنانے کے لیے ڈیجیٹل کتب خانے/ ای لائبریریاں بھی تیار کی جائیں گی۔

اسکول کے اوقات کے علاوہ معاشرے کی خدمت کے لیے اسکول لائبریریاں خاص کر دیہاتوں میں قائم کی جائیں گی۔ پڑھائی کے فروغ میں مزید سہولت فراہم کرنے کے لیے بک کلب، عوامی یا اسکول کے کتب خانوں میں قائم کیے جائیں گے۔ نیشنل بک پروموشن پالیسی مرتب کی جائے گی مختلف زبانوں مختلف سطحوں میں منفرد طرز کی کتابوں کی دستیابی، رسائی، معیار اور کتابوں کے قارئین کو یقینی بنانے کے لیے وسیع پیمانے پر اقدامات کیے جائیں گے۔

علاقائی زبانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے زبان کے نئے اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور ترجمہ اور ترجمانی کا ایک ہندوستانی انسٹی ٹیوٹ قائم کیا جائے گا۔

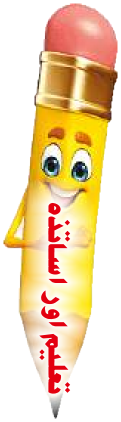

اگر وسیع پیمانے پر ترجمہ کیا جاسکتا ہے تو یہ قومی انضمام اور مقامی یا کلاسیکی زبانوں کے ادب اور علم تک رسائی حاصل کرنے میں محرک ثابت ہوگا۔ سنسکرت اور دیگر کلاسیکی زبانوں جیسے کلاسیکل تامل کو فروغ دینے کے لیے ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کا استعمال کرنا ہوگا۔ ایک قومی انسٹی ٹیوٹ برائے پالی، پراکرت، اور فارسی بھی قائم کیا جانا ہے۔ اشاعت کو بھی ایک چھوٹے پیمانے کی صنعت یا ترجیحی شعبے کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے تاکہ سستی قیمت پر معیاری کتابوں تک رسائی ہوسکے اور لائبریری کی تمام گرانٹ کا 50 فیصد ہندوستانی زبانوں کی کتابوں کے لیے استعمال کیا جانا بھی اس پالیسی کا مقصد ہے۔ ان زبانوں کی ترویج و اشاعت کے لیے یہ پالیسی بہت ہی جامع ہے۔ جہاں عام انسانوں کے لیے بہت سی باتیں درج ہیں وہیں سماج کے بہت سے افراد جو کسی معذوری کا شکار ہیں خاص کر سماعت سے محروم افراد کے لیے علاقائی علامتی زبان (Singn Langugae) کے احترام کے ساتھ قومی سطح پر اس کی معیار بندی کی بات کہی گئی ہے۔

پیارے بچو! کسی بھی مضمون کی تفہیم کو بہتر بنانے کی خاطر حکومت ہند نے زبان کے تعلق سے یہ اقدامات کیے ہیں۔ یہ ایک اٹل حقیقت بھی ہے کہ مشکل سے مشکل ترین نظریات ہم اپنی زبان یعنی گھر میں بولی جانے والی یا مادری زبان میں بہ آسانی سیکھ جاتے ہیں اسی لیے حکومت ہند نے اس پالیسی میں یہ کہا ہے کہ ”جہاں تک ممکن ہو ذریعۂ تعلیم کم از کم کلاس 5 تک اور ترجیحاً کلاس 8 یا اس کے بعد تک گھر میں بولی جانے والی زبان/ مادری زبان/ علاقائی زبان/ خطے کی زبان رکھی جائے گی۔ اس کے بعد گھر میں بولی جانے والی/ علاقائی زبان کی پڑھائی جہاں ممکن ہوگا جاری رکھی جائے گی۔ یہ طریقہ کار سرکاری اور نجی دونوں اسکولوں میں اپنایا جائے گا۔“ آگے اسی پالیسی میں ایک اور بہت ہی عمدہ اور اچھی بات یہ کہی گئی ہے کہ ”کوشش کی جائے گی کی بچوں کے بولنے والی زبان اور ذریعۂ تعلیم کی زبان کے فرق کو کم سے کم کیا جائے۔“

پیارے بچو! برسوں سے ہمارے اساتذہ، رہنما، معماران قوم اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ ہمارا ملک امن و آشتی، علم و ہنر، ادب و ثقافت کا گہوارہ بنا رہے۔ اس طرح جب ہم قومی تعلیمی پالیسی پر غور کرتے ہیں تو ہم پاتے ہیں کہ یہ ہندوستانی روایات و ثقافت کے مطابق ہے اور قومی تعلیمی پالیسی 2020 کے کثیر لسانی اقدام سے ملک کے کثیر لسانی اور سہ لسانی نظریے کو مزید قوت ملتی ہے۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں درج اس اقتباس سے ہماری زبانوں اور کثیر لسانیت کی عظمت عیاں ہوجاتی ہے ”بھارت کی زبانیں دنیا بھر کی زبانوں میں سب سے زیادہ وسیع، سب سے زیادہ سائنسی، سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ واضح اور مطلب ادا کرنے والی زبانیں ہیں۔ ان میں قدیم اور جدید ادب (نثر اور شاعری)، فلم اور موسیقی جوان زبانوں میں لکھی گئی ہیں۔ یہ سب مل کر بھارت کی قومی شناخت اور عظمت کی عکاس ہیں۔“

■

Dr. Jarrar Ahamad
Assistant Professor, Dept.of Education and Training, MANUU
Hyderabad - 500032
Mob.: 9618783492
jarrar@manuu.edu.in

فراق جلال پوری

اسکول روز جانا

پڑھنے میں دل لگانا، اسکول روز جانا
کرنا نہ تم بہانا، اسکول روز جانا!
ہر صبح گھر سے جانا تم ہنستے مسکراتے
ہر شام لوٹ آنا، اسکول روز جانا
پڑھ لکھ کے تم کو کرنے ہیں پورے خواب سب کے
یہ بات مت بھلانا، اسکول روز جانا
سنڈے ہو یا کہ منڈے، کھانا کبھی نہ ڈنڈے
ڈیلی سبق سنانا، اسکول روز جانا
یہ وقت کی جو دولت حاصل ہوئی ہے تم کو!!
بیکار مت گنوانا، اسکول روز جانا!
حق بات پر جو بچے کرتے نہیں عمل وہ!!
پاتے نہیں ٹھکانا، اسکول روز جاننا!
ہے قول ماں کا سچا، اچھا وہی ہے بچہ!!
ہے جس نے دل سے جانا، اسکول روز جانا
یہ علم کی ہے دولت، سب سے عظیم دولت
جیسے بھی ہو، کمانا، اسکول روز جانا

■

Firaq Jalalpuri
Mohalla: Qazipura
Post: Jalalpur
Distt.: Ambedkar Nagar - 224149
Mob.: 9758772746
firaqahmad56@gmail.com

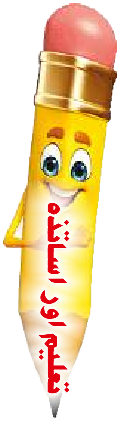

احسان عالم

بچوں کی کامیابی اساتذہ کی مرہونِ منت

استاد دنیا کا سب سے خوش نصیب شخص ہے۔ خوش نصیب اس لحاظ سے کہ اسے وہ فرض عطا کیا گیا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسولوں اور پیغمبروں کو دیا تھا۔ یعنی لوگوں کو تعلیم دینا اور دنیا کو علم کی روشنی سے منور کرنا۔ علم کا درجہ بہت بلند ہے۔ جو شخص علم حاصل کرتا ہے اور اس علم کو دوسروں تک پھیلاتا ہے، اس کا مرتبہ یقیناً بہت ہی بلند ہے۔ جب استاد نہیں تھے تو دنیا میں جہالت اور تاریکی تھی۔ استاد نے اس تاریکی کو علم کی روشنی سے دور کیا۔ علم کی بدولت دنیا میں تہذیب وتمدن کی روشنی پھیلی۔ لوگوں میں رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کا سلیقہ آیا۔ ہر لحاظ سے ہر سطح پر ترقی آئی۔ چونکہ اس ترقی اور تہذیب کا سہرا استاد کے سر ہے اس لیے استاد کی اہمیت ہر انسان کے لیے مسلم ہے اور ہر انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے استاد کا احترام کرے۔

ہمارے سماج میں اکثر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ جو شاگرد اپنے اساتذہ کی زیادہ عزت کرتے ہیں وہ علم کے میدان میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے برعکس جو بچے اپنے استاد کا احترام کم کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں وہ تعلیم کے میدان میں کافی پیچھے رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا تمام بچوں کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اپنے استاد کی عزت ہر حال میں کریں۔

استاد کی شخصیت احترام کے لائق ہے لیکن ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ احترام سے کیا مراد ہے اور ہم استاد کا احترام کس طرح کر سکتے ہیں۔ احترام سے مراد ادب سے پیش آنا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکے استاد کا ادب کریں۔ ان سے ملاقات ہو تو سلام میں پہل کرنا، استاد کے حکم کی تعمیل کرنا، ان کی ضرورت کو اپنی ضرورت جاننا، ان کے کام کو اپنا کام سمجھ کر انجام دینا۔ اس کے ساتھ ہی استاد کے احترام کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ جو کچھ بھی پڑھائیں اسے توجہ سے سنیں، تعلیم کے دوران شوق اور دلچسپی کا ثبوت دیں۔ کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے استاد کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

کسی بھی قوم کی ترقی تعلیم پر منحصر ہوتی ہے اور تعلیم کی ترقی استاد کی ذات پر منحصر ہے۔ استاد کی عزت جس قدر زیادہ ہوگی اس کا مرتبہ جس قدر بلند ہوگا علم اسی قدر زیادہ پھلے پھولے گا اور ملک ترقی کرے گا۔ جو قوم اپنے

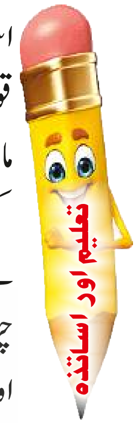

استاد کی عزت کرنا نہیں جانتی وہ قوم کبھی ترقی نہیں کرسکتی۔ قومی زندگی میں استاد کی حیثیت اس روشن ستارے کی مانند ہے جو اندھیرے میں مسافر کو راستہ دکھانے کا کام کرتا ہے۔انہیں حفاظت کے ساتھ منزل پر پہنچنے کا پتہ دیتا ہے۔استاد کی مثال اس چراغ جیسی ہے جس سے ہزاروں چراغ جلائے جاسکتے ہیں۔استاد پوری قوم کا محسن ہوتا ہے اور محسن کا احترام قوم کے ہر شخص پر لازم ہے۔

اچھے اساتذہ معاشرے کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ان کی محنت اور قربانی سے بہترین قومیں وجود میں آتی ہیں۔تاریخ کے اوراق پلٹنے پر اندازہ ہوتا ہے کہ انسانی تاریخ اساتذہ کے احترام وتکریم کی سنہری داستانوں سے بھری پڑی ہے۔بادشاہ وقت، ولی، بزرگان دین ،صحابہ کرام سبھوں نے اپنے اساتذہ کی تعظیم وتکریم کی بہترین مثالیں پیش کی ہیں۔استاد کی محنت کا ہی نتیجہ ہے کہ انسان آسمانوں کی سیر کرتا ہے، چاند اور ستاروں پر کمندیں ڈالتا ہے۔ یہ بین حقیقت ہے کہ استاد کے بغیر انسان اس نابینا شخص کی طرح ہے جو بغیر سہارے سفر پر نکل پڑے۔نتیجہ کیا ہوگا اس کا اندازہ ہم سب لگا سکتے ہیں۔

معاشرے میں جہاں ایک ماں کی آغوش کو بچے کی پہلی درس گاہ قرار دینے کے ساتھ ایک مثالی ماں کو ایک ہزار اساتذہ پر فوقیت دی گئی ہے وہیں ایک استاد کو اپنی ذات میں ساری کائنات کو بچے کے لیے ایک درس گاہ بنانے کی طاقت رکھنے کی وجہ سے روحانی والد کا درجہ دیا گیا ہے۔ باپ بچے کو جہاں انگلی پکڑ کر چلنا سکھاتا ہے وہیں استاد بچے کو زندگی میں ہمیشہ آگے بڑھنے کی تلقین کرتا ہے۔

سکندر اعظم سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنے استاد کی تعظیم اس درجہ کیوں کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کے والدین اسے آسمانوں سے زمین پر لے آئے ہیں جب کہ استاد اس کو زمین سے آسمانوں کی بلندیوں تک پہنچاتا ہے۔

انسان کی زندگی کا سب سے اہم مقصد اور فرض زندگی کی سمجھ بوجھ حاصل کرنا ہے۔اس مقصد کے لیے جو کوشش کرتے ہیں اسے تعلیم کہتے ہیں۔ یہ تعلیم روحانی، ذہنی اور جسمانی ہر طرح کی ہوسکتی ہے۔علم کی راہ پر منازل کا حصول استاد کے بغیر ممکن ہی نہیں۔اس لیے بچو! ہمیں اس شخص کا احترام کرنا چاہیے جس نے زندگی میں ایک حرف بھی سکھا دیا ہو۔ایک حرف سکھانے والا استاد کا درجہ رکھتا ہے۔

استاد بادشاہ تو نہیں ہوتا لیکن وہ بادشاہ گر ضرور ہوتا ہے۔لہٰذا اپنے استاد کی عزت دل وجان سے کریں۔دو اشعار کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں ؎

دیکھا نہ کوئی کوہ کن فرہاد کے بغیر
آتا نہیں ہے کوئی فن استاد کے بغیر

رہبر بھی یہ، ہمدم بھی یہ، غم خوار ہمارے
استاد یہ قوموں کے ہیں معمار ہمارے

■

Dr. Ahsan Alam
Ahmad Complex, Al-Hira Public School
Moh: Raham Khan, P.O. Lalbagh
Darbhanga - 846004 (Bihar)
Mob: 9431414808
ahsanalam16@yahoo.com

میں جو ٹیچر ہوتا

فہیم احمد

اگر کہیں اسکول میں اپنے
میں جو ٹیچر ہوتا!

ہنس کر کرتا بات چیت میں
بچے ہنستے سارے
ہر بچہ اڑتی چڑیا سا
چھوتا چاند ستارے

میں کوشش کرتا کہ بچہ
بنے نہ رٹو طوطا
میں جو ٹیچر ہوتا!
دھاچوکڑی پر نہ ہوتی
کوئی بھی پابندی
ہنسی ٹھہاکوں کو کلاس میں
ملتی نئی بلندی

چھڑی نہ ہوتی پاس تو کوئی
بچہ کبھی نہ روتا
میں جو ٹیچر ہوتا!

ہوتے نئے لطیفے ہر دن
قصے اور کہانی
سنتا ہر بچے کے دل کی
باتیں سب انجانی

ہنسی خوشی کے دریا میں
سب کو لگواتا غوطہ
میں جو ٹیچر ہوتا

■

Dr. Faheem Ahmad
Assistane Professor, Dept of Hindi
Mahatma Gandhi Memorial (PG) College
Chaudhary Sarai
Sambhal - 244302 (UP)
Mob.: 88963408224
Email: drfaheem807@gmail.com

اسد رضا

ننھی استانی

دسویں کلاس کی طالبہ 14 سالہ مدیحہ صدیقی کو گھر میں سب ننھی کہہ کر پکارتے ہیں کیونکہ وہ چاروں بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی یعنی ننھی ہے۔ اگرچہ اسکول کے رجسٹر میں ان کا نام مدیحہ صدیقی بنت عمر صدیقی ہی درج ہے لیکن اکثر ہم جماعت لڑکیاں یہاں تک کہ کلاس ٹیچر مسز عثمانی بھی مدیحہ کو ننھی ہی پکارتی ہیں کیونکہ وہ مدیحہ کی پڑوسن ہیں اور ان کا ننھی کے گھر آنا جانا رہتا ہے۔ اس لیے جب آج مسز عثمانی نے کلاس میں یہ اعلان کیا کہ اس سال یوم اساتذہ پر ان کی کلاس سے پرنسپل عالیہ فاروقی نے مدیحہ عرف ننھی کو ایک دن کا ٹیچر بنانے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ ننھی گزشتہ پانچ سال سے ہر کلاس میں ٹاپ کرتی آئی ہے۔ ننھی درجہ 6 اے کو اردو پڑھائیں گی۔"

اس اعلان کو سن کر جہاں سب طالبات بہت خوش ہوئیں، وہاں ننھی سوچ میں پڑ گئی۔ میں ٹیچر کیسے بن سکتی ہوں؟ میں تو خود ایک طالبہ ہوں اور درجہ 6 کی طالبات تو مجھے آپا کہہ کر بلاتی ہیں، اس لیے وہ مجھے اپنا ٹیچر کیسے تسلیم کریں گی؟

اس لیے ننھی نے اپنی پکی سہیلی ریکھا شرما کے کان میں چپکے سے اپنے تذبذب کا اظہار کیا تو اس نے مشورہ دیا "یہ آفر تسلیم کرلو، سب لڑکیاں تمھیں استانی مان لیں گی۔"

یہ سن کر ننھی کھڑی ہوئی اور کلاس ٹیچر کا آداب بجالاتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور کہا:

"میڈم! میں آپ کا اور پرنسپل میڈم کا حکم بسروچشم قبول کرتی ہوں اور آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اپنا فرض پوری ذمے داری سے ادا کروں گی۔"

یہ سن کر کلاس ٹیچر نے ننھی کو دعائیں دیں اور اپنے پاس بلا کر ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

ایک دوسری طالبہ سلمٰی نے دریافت کیا "میڈم! ٹیچرس ڈے 5 ستمبر کو ہی کیوں منایا جاتا ہے؟

"یہ بہت عمدہ سوال ہے۔ دراصل، پیاری بچیو! 5 ستمبر 1888 کو ہمارے آزاد ملک ہندوستان جنت نشان کے اولین نائب صدر جمہوریہ اور دوسرے صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن صوبہ تمل ناڈو میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ مدراس یونیورسٹی میں انڈین فلاسفی (ہندوستانی فلسفہ) کے عالمی شہرت یافتہ عالم و فاضل تھے اور ساری دنیا سے علم کے پیاسے افراد ان کا لیکچر سننے کے لیے ہندوستان آیا کرتے تھے، چونکہ ڈاکٹر رادھا کرشنن ہندوستانی تہذیب وتمدن کے عظیم نمائندہ تھے، اس لیے حکومت ہند نے انھیں 1954 میں ملک کے سب سے بڑے اعزاز 'بھارت رتن' سے نوازا تھا۔" مسز عثمانی نے مزید بتایا:

ایک مرتبہ پروفیسر صاحب کے شاگردوں نے ان سے اجازت طلب کی کہ وہ سب ڈاکٹر صاحب کا جنم دن دھوم دھام سے منانا چاہتے ہیں۔ تب رادھا کرشنن نے اس شرط کے ساتھ اجازت دی کہ ان کا یوم پیدائش یوم اساتذہ کے طور پر منایا جائے۔'' ایسا ہی کیا گیا اور تب سے ہر سال 5 ستمبر ٹیچرس ڈے کے طور پر منایا جاتا ہے اور اس دن بہترین اساتذہ کو اعزاز سے بھی نوازا جاتا ہے۔''

مدیحہ نے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا:

''میڈم! چونکہ آپ درجہ 6 اے کو اردو پڑھاتی ہیں اس لیے میری رہنمائی فرمائیے کہ میں 5 ستمبر کو کلاس میں کون سا سبق پڑھاؤں؟

مسز عثمانی نے سنجیدگی سے کہا'' آپ یوم اساتذہ پر کلاس کو آٹھواں سبق پڑھائیں جو منشی پریم چند کی مشہور کہانی 'عیدگاہ' پر مشتمل ہے۔

''شکریہ میڈم! میں آج ہی بلکہ ابھی اسکول کی لائبریری میں جاکر منشی پریم اور ان کی اس کہانی پر نوٹ تیار کرلوں گی۔

بعد ازاں، مدیحہ اسکول سے اپنے گھر پہنچی تو والدین اور بہن بھائیوں کو اس نے ایک دن کی ٹیچر بننے کی خوش خبری سنائی تو سب بہت خوش ہوئے اور ننھی کو گلے لگا کر مبارکباد نیز کامیابی کی دعائیں دیں۔

5 ستمبر کو ننھی استانی کی طرح شانے پر پرس ڈال کر اور ہاتھ میں ڈائری لے کر اپنے اسکول جارہی تھی تو صرف طالبات ہی نہیں بلکہ محلے والے بھی ننھی کے بدلے ہوئے روپ کو حیرت سے دیکھ رہے تھے، مگر ننھی پراعتماد ڈھنگ سے پرنسپل صاحبہ اور استانیوں کو سلام کرتی ہوئی دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ کلاس میں داخل ہوئی اور طالبات کو سلام کیا تو سب وعلیکم السلام کہہ کر کھڑی ہوگئیں تو ننھی نے انھیں 'پلیز سٹ ڈاؤن' کہہ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ننھی استانی نے طالبات سے اپنی اپنی کتاب میں پریم چند کی کہانی والا صفحہ کھولنے کے لیے کہا اور مختصر الفاظ میں پریم چند کی حیات اور کارناموں پر روشنی ڈالنے کے بعد کلاس کی ایک بچی شہلہ سیفی سے کہانی 'عیدگاہ' پڑھنے کے لیے کہا۔ جب شہلہ نے آدھی کہانی پڑھ لی تو ننھی نے بقیہ آدھی کہانی پڑھنے کے لیے ترنم قریشی سے کہا۔ اس کے بعد ننھی نے کہانی کے بچہ کردار کی قربانی اور اپنی غریب دادی سے اس کی محبت پر روشنی ڈالی۔ دراصل، بچہ حامد اپنے ایک پیسے سے نہ تو جھولا جھولتا ہے اور نہ ہی کچھ کھاتا ہے بلکہ اپنی غریب دادی کے لیے ایک پیسے میں چمٹا خرید لیتا ہے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ چولھے پر روٹی پکاتے ہوئے دادی کے ہاتھ جل جاتے تھے۔ دراصل تب ایک پیسے کی قدر آج کے پچیس روپے کے برابر تھی۔'' کچھ لڑکیاں یہ کہانی پڑھ کر رونے لگتی ہیں تو ننھی انھیں سمجھاتی ہے۔

پیریڈ ختم ہونے کے بعد جب ننھی کلاس سے باہر آتی ہے تو کلاس ٹیچر اس کی پیٹھ تھپتھپا کر شاباشی دیتے ہوئے کہتی ہیں ''ننھی استانی آپ نے بہت عمدہ پڑھایا۔''

ننھی سر جھکا کر ان کا شکریہ ادا کرتی ہے اور اپنے دل میں فیصلہ کرتی ہے کہ بڑے ہوکر وہ استانی ہی بنے گی۔

■

Mr. Asad Raza
97, F Sector 7
Jasola Vihar
New Delhi- 110025
asadrnaqvi@gmail.com

فرحین انجم

تعلیم کے رنگ

اسامہ بہت غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔اس کے والد کسی دفتر میں چھوٹی سی ملازمت کرتے تھے۔ان کی کمائی اتنی نہیں ہوتی تھی کہ وہ اسامہ کی پڑھائی کا خرچ اٹھاسکیں۔اسامہ نے بڑی محنت سے اپنی تعلیم مکمل کی۔وہ گرمی کی چھٹیوں میں الیکٹرونکس کی دکان میں کام کرتا اور جوآمدنی ہوتی جمع کرلیتا تاکہ آئندہ سال کے لیے کتابیں خرید سکے۔اس کے ابو کہتے کہ بیٹا آج کتنے پیسے ملے ہیں۔اسامہ کچھ پیسے گھر کے خرچ کے لیے دیتا اور باقی اپنی کتابیں خریدنے کے لیے رکھتا۔ایک دن وہ الیکٹرونکس کی دکان پر پہنچا تو پٹیل صاحب کا بیٹا دکان میں پڑھائی کررہا تھا۔آپ کون سی پڑھائی کررہے ہو؟ اسامہ نے پوچھا۔دکاندار کے بیٹے نے کہا کہ میں انجینئر کی پڑھائی کررہا ہوں۔انجینئر بننے کے لیے بہت سے روپیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔وہ تمھارے پاس نہیں ہے۔تم تو ابھی کام کرو۔اسامہ نے یہ بات دماغ میں بٹھایا کہ بڑا ہوکر اسے انجینئر بننا ہے۔پٹیل صاحب کے بیٹے نے کہا۔ اسامہ تم ایسا کیوں نہیں کرتے۔غریب کی ایک اسکول ہے جہاں کاپی کتابیں مفت میں ملتی ہیں اور کچھ روپے بھی ملتے ہیں۔تم وہاں سے تعلیم حاصل کرلو۔وہاں بچوں کو کچھ وظیفہ بھی مل جاتا ہے۔اسامہ! بھائی یہ وظیفہ کیا ہوتا ہے؟ اسامہ نے معصومیت سے سوال کیا۔پٹیل کے بیٹے نے مسکراکر جواب دیا۔وظیفہ میں سرکار سوروپے ماہانہ ایک بچے کو دیتی ہے اور یونیفارم بھی مہیا کرتی ہے۔یہ بات اسامہ نے اپنی امی ابو کو بتایا تو وہ اس کا داخلہ سرکاری اسکول میں کروانے کے لیے خوشی خوشی رضامند ہوگئے۔اسامہ کا ایڈمیشن ساتویں کلاس میں سرکاری اسکول میں آسانی سے ہوگیا چونکہ اسامہ ذہین اور محنتی بچہ تھا۔اور اس میں پڑھائی کرنے کی جستجو بھی تھی۔اس نے کچھ روز میں ہی اپنا رنگ جما دیا۔وہ کلاس میں فرسٹ آتا۔اسامہ دل لگا کر پڑھائی کرنے میں مصروف رہا۔وہ کلاس کے ذہین اور محنتی طلبہ میں شمار ہونے لگا۔ٹیچر بھی اس پر زیادہ توجہ دینے لگے۔

ایک دن اس کی ٹیچر کلاس میں کہنے لگی اسامہ تمھارا نام سائنس کی نمائش میں منتخب کیا گیا ہے۔اسامہ تمھیں کوئی اچھا ماڈل بنا کر لانا ہے۔شہر کے تمام اسکولوں سے بچوں کے ماڈل آنے والے ہیں۔یہ سن کر اسامہ بہت خوش ہوا اور ماڈل بنانے میں لگ گیا۔چونکہ وہ الیکٹرونکس

کی دوکان میں کام کرتا تھا۔ اس لیے اسے الیکٹرونک کی چیزوں کی معلومات تھی۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ Fire Alarm آگ سے بچاؤ کے لیے ایسا کوئی ماڈل تیار کیا جائے کہ آگ سے بچا جاسکے۔ اس کو ہم فائر پریوٹیشن کہتے ہیں۔ اسامہ نے اپنے دماغ کا استعمال کیا اور ماڈل تیار کرایا۔ اللہ کے کرم سے اس کا ماڈل پورے شہر کی اسکولوں میں فرسٹ نمبر پر چنا گیا۔ اگلے دن جب وہ اسکول میں گیا تو اسے صبح صبح نئ خوشخبری ملی۔ ٹیچر نے کہا اسامہ تمھارا ماڈل فرسٹ آیا ہے۔ اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب اور ٹیچرس بہت خوش تھے۔ اس ایجوکیشن افسر نے اسے پانچ ہزار کا چیک اور سرٹیفکیٹ سے نوازا۔ اسامہ بہت خوش ہوا۔ اس نے پانچ ہزار کا چیک اپنے امی ابو کو دکھایا۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ اس نے یہ روپے اپنی پڑھائی کے لیے رکھ دیے اور اپنی پڑھائی میں سنجیدہ ہوگیا۔ وہ محنت کرتا اور اوّل نمبر پر کامیاب ہوتا تھا۔ اب اسے دسویں جماعت کی پڑھائی کرنی تھی۔ اوّل نمبر سے کامیاب ہوکر اور اس نے پولی ٹیکنیک کمپیوٹر میں ایڈمیشن لے لیا۔ جو اسے اسکول میں پانچ ہزار روپے ملے تھے اس سے کمپیوٹر کے ایڈمیشن کی فیس بھری۔ اسامہ بہت کفایت شعاری سے کام لیتا تھا۔ اس نے خوب محنت کی اور برے لڑکوں کی صحبت سے بھی الگ رہا۔ تینوں سال کامیابی حاصل کی۔ اسے انجینئر بھی بننا تھا۔ فرسٹ نمبر سے کامیاب ہوکر اس نے انجینئرنگ میں ایڈمیشن لیا۔ جیسے ہی انجینئرنگ کالج میں گیا وہ رات دن اپنی پڑھائی کرتا۔

اس کے والدین بھی مطمئن تھے۔ اب انھیں اسامہ کی طرف سے کوئی فکر نہیں تھی۔ انھیں اپنی بیٹی کی فکر تھی۔ اسامہ کی بہن بھی بہت محنت کرتی تھی۔ یہ لڑکا پڑھائی کے ساتھ ساتھ کھیل میں بھی کامیابی حاصل کرتا۔ اسامہ نے سوچا کہ کھیل سے دماغ تندرست رہتا ہے۔ جسم کی ورزش ہوتی ہے۔ اس نے علاقائی ٹورنامنٹ کے مقابلے میں پہلا مقام حاصل کیا۔ بیڈمنٹن میں اس نے کامیابی حاصل کی اور ٹرافی اور سند سے نوازا گیا۔ اسامہ کے گھر میں سب بہت خوش تھے۔ کالج میں اسے مبارکباد دی جارہی تھی۔ اس وقت ایک مقامی چینل کا رپورٹر وہاں آیا جب رپورٹر نے اسامہ سے اس کی کامیابی کا راز دریافت کیا تو اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ محنت کرے انسان تو کیا نہیں کرسکتا۔ اس نے بتایا کہ میں ایک غریب گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے محنت کی اور اپنے بڑوں کی دعا لی اور محنت اور دل لگا کر پڑھائی کرتا رہا۔ ٹی وی رپورٹر نے اسامہ سے کہا کہ وہ اپنے ملک کے بچوں کو کیا پیغام (سندیش) دینا چاہتا ہے تو اس نے بڑے اعتماد سے کہا۔

مشکلوں کو خندہ پیشانی سے قبول کرنا چاہیے اور اپنی محنت اور لگن سے مشکلات کا سامنا کرسکتے ہیں۔ اپنی محنت اور ذہانت کا استعمال کرکے پڑھائی اور کھیل دونوں میں کامیابی حاصل کرسکتے ہیں۔ ’محنت سے ہی تعلیم کا رنگ‘ اثر دار ثابت ہوتا ہے۔

■

Farheen Anjum
Paradise Colony, Near New Hanuman Nagar
Walgaon Road, Infront of Darshan Kirana
Amravati - 444604, Maharashtra
Mob.: 7448022026
farheenanjum262@gmail.com

مصباح الدین طارق

اساتذہ کے نام

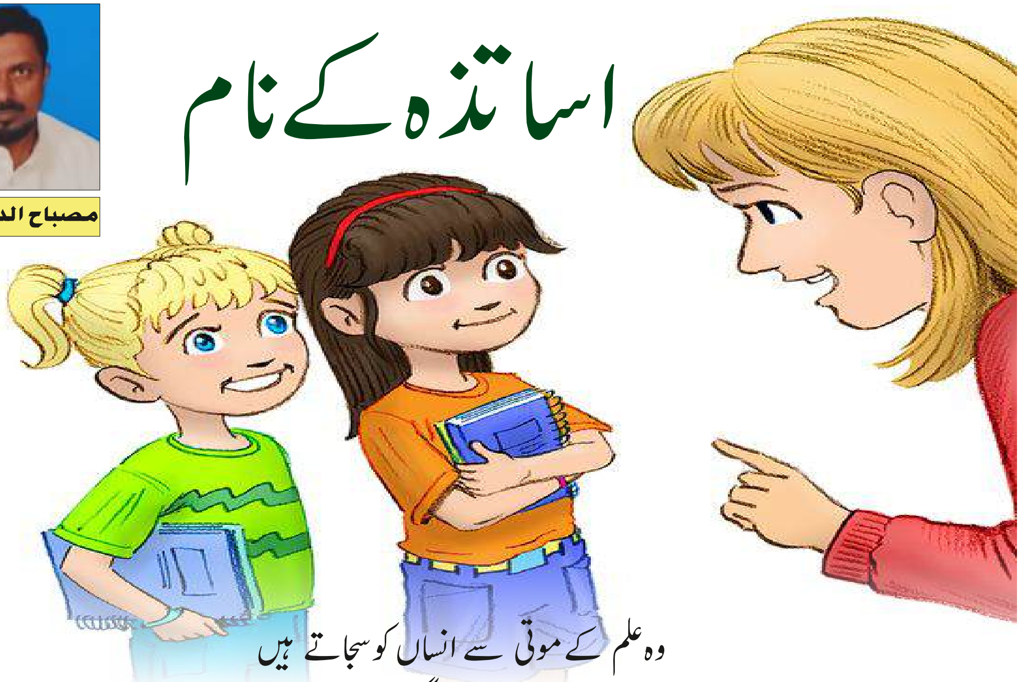

وہ علم کے موتی سے انساں کو سجاتے ہیں
وہ دشت و بیاباں کو گلزار بناتے ہیں
وہ پاٹھ محبت کا بچوں کو پڑھاتے ہیں
نفرت کی ہواؤں سے وہ ان کو بچاتے ہیں
جس دل میں اندھیرا ہے جس دل میں ہے تاریکی
وہ علم کی مشعل کو اس دل میں جلاتے ہیں
دیتے ہیں سدا سب کو تعلیم وفا کی وہ
کیا درس تھا گاندھی کا وہ ان کو بتاتے ہیں
پھیلے گی ضیا جس سے ہر سمت زمانے میں
یوں اپنی وفاؤں کی قندیل جلاتے ہیں
وہ ایسے جیالے ہیں ڈرتے نہیں طوفاں سے
موجوں کو وہ دریا میں پتوار بناتے ہیں
وہ ایسے مصور ہیں فنکار ہیں وہ ایسے
وہ راہ کے پتھر کو شہکار بناتے ہیں

■

Misbahuddin 'Tariq'
At+P.O: Luxmipur, Via - Chakand
Gaya - 804404 (Bihar)

نسیم عزیزی

تتلیاں سو رہی ہیں پھولوں پر

تتلیاں سو رہی ہیں پھولوں پر
پنکھڑی نے لگادیے بستر
ہر طرف خامشی کا ڈیرا ہے
محوِ خواب ایک اک پرندہ ہے
تجھ کو کتنا یہ پیار کرتی ہیں
تیری آنکھوں میں نیند اترتی ہے
مجھ کو سب سے عزیز ہے عذرا
میری لختِ جگر ذرا سوجا

شمس تو گر پڑا ہے منہ کے بل
چاند کی آنکھ نیند سے بوجھل
بادلوں سے نظر چراتے ہیں
وہ ستارے بھی ٹمٹماتے ہیں
روشنی ماہ تاب کی مدھم
آنکھیں کھولے ہے وہ ذرا کم کم
مجھ کو سب سے عزیز ہے عذرا
میری لختِ جگر ذرا سوجا

دیکھ کجلا گیا ہر اک منظر
کیا اندھیروں نے ڈال دی چادر

چشم و دل کا چراغ جھلکا کر
روشنی بوند بوند چھلکا کر
گھاس پر فرش کے ہے محوِ خواب
آخرش سر خرو ہوا شب تاب
مجھ کو سب سے عزیز ہے عذرا
میری لختِ جگر ذرا سوجا

گو کہ سائنس کا زمانہ ہے
لوریوں کا مگر دیوانہ ہے
سیکڑوں طرز نیند لانے کے
اور صبرو سکون پانے کے
اصل شے صرف روحِ فطرت ہے
ماں کی ایک اِک ادا محبت ہے
مجھ کو سب سے عزیز ہے عذرا
میری لختِ جگر ذرا سوجا

■

Nasim Azizi
172 GT Road (South)
Howrah - 711102 (West Bengal)
Mob.: 8777329145
nasimazizi1@gmail.com

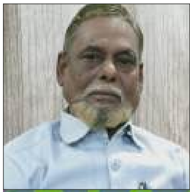

شجاع الدین شاہد

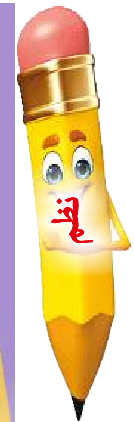

ریل گاڑی اور نانی کا گاؤں

سورج نکل رہا ہے یا شام ڈھل رہی ہے
وہ دور کیوں دھواں ہے، کیا آگ جل رہی ہے
یہ پیڑ چل رہے ہیں یا ریل چل رہی ہے
یہ ریل لڑکھڑا کر پٹری بدل رہی ہے
اِک جگہ بیٹھے بیٹھے 'چھی بابا' پک گیا ہوں
کھیلا نہیں ہوں ابّو پھر بھی میں تھک گیا ہوں
کچھ لوگ جا رہے ہیں، کچھ لوگ آ رہے ہیں
یہ شور کیوں ہے اتنا کیوں غُل مچا رہے ہیں
یہ برتھ پر جو اپنی بستر لگا رہے ہیں
کیا یہ بھی اپنی نانی کے گاؤں جا رہے ہیں

ابّو بتایئے نا جو گھر مجھے دیا ہے
کیوں اُس سے دور میری نانی کا گھر لیا ہے
نانی کے رشتے میں کیا لگتی ہیں میری امّی
کیوں اِن کو یاد کر کے روتی ہیں میری امّی
راتوں میں بھی نہیں کیوں سوتی ہیں میری امّی
چہرے کو آنسوؤں سے دھوتی ہیں میری امّی
امّی سے پوچھا 'بولیں' میں اس کا جسم و جاں ہوں
بیٹا وہ میری ماں ہے، جیسے میں تیری ماں ہوں

■

Shujauddin Shahid
C-5 Sawambhu SocityNo-1
Near Care Hospital Malvani Mahada
Malad (w) Mumbai - 400095 (Maharashtra)
Mob.: 9969039485
mqasmi590@gmail.com

محمد سلمان

نیند کو چھوڑو جگ جاؤ بچو

اٹھو اب اٹھ جاؤ بچو
نیند کو چھوڑو جگ جاؤ بچو
تم کو چھونا ہے اب آسمان سارا
لہرانا ہے جہاں بھر میں ترنگا پیارا

جاؤ اب چاند پر گھر بناؤ تم
اس دیش میں نئے سپنے سجاؤ تم
اٹھو اب اٹھ جاؤ بچو
نیند کو چھوڑو جگ جاؤ بچو

کھیت کھلیانوں میں نئے خواب اگاؤ بچو
ذہن کو اپنے پڑھنے میں لگاؤ بچو
محبت سیکھو محبت کا ساز گاؤ بچو
سب کی مدد کرو سب کو ساتھ میں لاؤ بچو

وقت پر کھیلو وقت پر سو جاؤ بچو
سب کی آنکھوں کا تارا بن جاؤ بچو
اٹھو اب اٹھ جاؤ بچو
نیند کو چھوڑو جگ جاؤ بچو

■

Salman Rao
Technical Consultant
PM EVIDYA Cell
Central Institute of Educational Teachnology
National Countil of Educational
Research and Training (NCERT)
New Delhi - 110016
Mob.: 9808187768
salman.pmevidya@gmail.com

برسات

ٹھنڈی ہوائیں آئی ہیں
کالی گھٹائیں چھائی ہیں
سوندھی خوشبو سے اپنا
گھر آنگن مہکائی ہیں
بجلی چمکتی ہے دیکھو
کیسے کڑکتی ہے دیکھو
سن لو بارش کی آواز
کوئی بجائے جیسے ساز
رِم جھم پانی برسا ہے
چاروں جانب سبزہ ہے
بہتے جھرنے ندیاں ہیں
چاروں جانب خوشیاں ہیں
دیکھو ان بچوں کے ارماں
ان کی خوشیوں کے ساماں
چھتری اور برساتی ہے
اور کاغذ کی کشتی ہے
کوئی مصیبت جب آئے
آنسو ہم نہ بہائیں گے

امیدوں کے ساگر میں
کشتی کو پیار لگائیں گے
سب کو پار کریں بچے
مل کر سب کھیلیں بچے
جھوٹ سے یہ ناواقف ہیں
سدا یہ سچ بولیں بچے
بچے ہم بھی بن جائیں
سب کو دل سے اپنائیں
قوم کی خدمت کرکے ہم
اچھے انساں کہلائیں
محنت سے پڑھ لکھ کر ہم
اپنے کل کو چمکائیں
کرن پیار کے پھولوں سے
دیس کو اپنے مہکائیں

■

Shamsun Nisa Karan
3-10-92/ G2, Mukkadipeta
Hindupur - 515201 (Andhara Pradesh)
Mob.: 8500494611

دادا جی لیچی لائے

رقیہ خاتون

دادا جی باغات سے آئے
ٹوکرا بھر کر لیچی لائے

ہم سب نے پھر بیٹھ کے کھائی
میٹھی اتنی سب کو بھائی

خالہ خالو ماموں آئے
بیٹھ کے پھر تو سوچا میں نے

کیوں نہ رقیہ دوست بلائیں
پھر سب مل کر لیچی کھائیں

پیاری پیاری ہائے لیچی
دل میں بڑی سمائے لیچی

میٹھی اور رس والی لیچی
کھائیں کیوں نہ شاہی لیچی

کس نے کتنی پائی لیچی
کس نے کتنی کھائی لیچی

ہوئی نہیں تھی چھینا جھپٹی
بات ہوئی نہ ذرا بھی کوئی

سب نے کھائے حصے والی
بات ہوئی نہ غصے والی

آپس میں مل بانٹ کے کھائیں
خوشی اسی میں سارے پائیں

■

Rokaiya Khatoon D/O: Abdul Wahab
Vill- Dharampur Narayan Urf Tehai
Po.: Rampur Hari, PS: Minapur
Distt.: Muzaffarpur- 843117 (Bihar)
rokaiyakhatoon829212@gmail.com

پرویز مانوس

کانگڑی کا راز

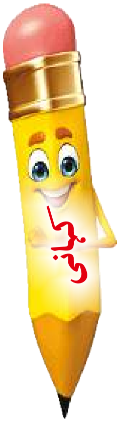

ویسے تو ہر ایک موضوع پر کہانیاں لکھی گئی ہیں، جنوں پر، پریوں پر، جنگلی جانوروں پر، پیڑوں اور پرندوں پر لیکن آج جو کہانی میں آپ سب کو سناؤں گا اس کو سننے میں آپ کو بہت مزہ آنے والا ہے۔ تو آپ سب کہانی سننے کے لیے تیار ہیں؟

تو ٹھیک ہے میں کہانی سنانا شروع کرتا ہوں۔

اس کہانی کا ٹائٹل ہے' کانگڑی کا راز۔

ایک ملک میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام جابر تھا۔ جابر کا مطلب ہے ظالم۔ وہ اپنی رعایا کو زندگی کی ہر سہولت ترسا ترسا کر دیتا تھا تا کہ لوگ اس کی سہولت کے محتاج رہیں اور اس کی تابع داری کرتے رہیں۔ بادشاہ تو بہت خوشحال تھا لیکن اس کی رعایا بہت غربت میں زندگی بسر کر رہی تھی، ان کے پاس کھانے کے لیے بہت کم اناج تھا، پہننے کے لیے کافی کم کپڑے تھے، پینے کے صاف پانی کی کمی تھی۔ گرمیوں میں لوگ پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے اور سردیوں میں ٹھنڈ سے بے حال۔ لوگوں کی فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا۔ اوپر سے اگر کسی کے پاس ضرورت سے زیادہ رقم ہوتی تو اس کو بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا جاتا۔ اس بات کی چھان بین کی جاتی کہ اس کے پاس اتنی رقم آئی کہاں سے۔ پھر بادشاہ کے حکم سے وہ رقم

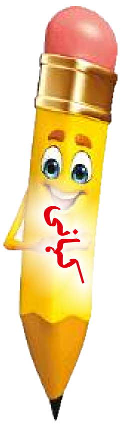

سرکاری خزانے میں جمع کرادی جاتی۔ حکم نہ ماننے پر قصوروار کو پچاس کوڑے مار کر قید خانے میں ڈالنے کا حکم دیا جاتا۔"

اسی ملک کے ایک شہر میں ایک نہایت ہی غریب شخص رہتا تھا جس کا نام جمال تھا۔ اس کے پاس رہنے کے لیے ایک کچی جھونپڑی تھی جس میں وہ اپنے چار بچوں اور بیوی کے ساتھ رہتا تھا۔ ایک تو رہنے کے لیے جگہ بہت کم۔ دوسرا کھانے کے لالے، وہ اپنی زندگی سے بے حد پریشان تھا، محنت مزدوری کر کے وہ مشکل سے گھر چلا پاتا تھا، کبھی کبھی تو مزدوری بھی نہیں ملتی تھی۔ وہ عبادت گزار بھی تھا اور ہر نماز کے بعد خدا سے اپنے گھر میں برکت کے لیے دعا مانگتا تھا۔ ایک روز وہ نماز ادا کرنے کے بعد خدا سے گلہ شکوہ کر رہا تھا کہ اے میرے پروردگار!

تو نے میری یہ کیسی تقدیر لکھی ہے کہ اپنے بچوں کو اچھی طرح پال بھی نہیں سکتا۔ میرے آس پاس بھی تو غریب رہتے ہیں لیکن میں سب سے زیادہ غریب ہوں۔ کیا میں کبھی بھی اپنے گھر والوں کو لذیذ پکوان نہیں کھلا سکوں گا؟

اس کی یہ باتیں سن کر اسی کی بیوی کہتی:

"تم یہ کس سے گلہ شکوہ کر رہے ہو؟ جمال نے آمین کہہ کر جواب میں کہا۔ خدا سے اور کس سے!"

ارے کیوں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ وہ تو امیروں کی سنتا ہے، ہم غریبوں کی کیوں سنے گا۔ ایک تو اس نے ہمیں غریب پیدا کیا، دوسرا ہم پر ایسا حکمراں مسلط کر دیا جو ہم غریبوں کو پیٹ بھر کر کھانے کو بھی نہیں دیتا۔ پتہ نہیں کب تک وہ ہمارا امتحان لیتا رہے گا۔؟

ارے کم عقل! ایسی باتیں مت کر۔ وہ جب دینے پہ آتا ہے تو چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے۔

چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہوگا امیروں کو، اس کی بیوی نے مُنہ بناتے ہوئے کہا۔

ایک دن صبح سے ہی ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی تھی شام ہونے کے ساتھ ہی ہر طرف کافی برف جمع ہو چکی تھی۔ جمال اپنے اہل خانہ کے ساتھ کمرے میں دُبک کر بیٹھا سردی سے ٹھٹھر رہا تھا، گرمی کا کوئی بندوبست بھی نہیں تھا، برف لگاتار گر رہی تھی، تمام مکانوں کی چھتیں روئی سے لدی ہوئی دکھتی تھیں۔ جمال آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کانگڑی کی طرف ہاتھ بڑھایا جس میں صبح اس کی بیوی نے چند کوئلے ڈال کر بچوں کے لیے گرمی کا انتظام کیا تھا، لیکن وہ کوئلے اب پوری طرح بجھ کر راکھ ہو چکے تھے وہ نیچے بیٹھنے ہی لگا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اس نے سوچا اس برفباری میں کون ہوسکتا ہے۔ وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوا اور آگے بڑھ کر دروازے پر لگی ہوئی چٹخنی کھول دی۔ پٹ کھلتے ہی سامنے ایک ضعیف العمر اجنبی شخص کھڑا تھا۔ جمال نے سر سے پیر تک اس کے سراپا کا جائزہ لیا اور پوچھا" کون ہو بھائی کیا چاہتے ہو؟"

ایک پردیسی ہوں! بہت بھوک لگی ہے، اگر کچھ کھانے کو مل جاتا تو میری بھوک مٹ جاتی۔ بوڑھے اجنبی نے ٹھنڈ سے کپکپاتے ہوئے کہا۔

ارے بھئی ہمارے اپنے کھانے کے لیے کچھ نہیں ہے، تمھیں کہاں سے دیں گے؟

کہہ کر جمال نے دروازے کے پٹ بند کرنا چاہے تو بوڑھا اجنبی پھر بولا۔

کھانا نہ سہی اتنی ٹھنڈ میں اگر تھوڑی گرمی کا بندوبست

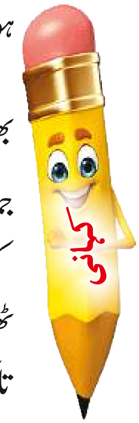

ہو جاتا تو میں سردی سے بچ جاتا۔

دیکھو بھئی ہمارے گھر میں ایک ہی کانگڑی ہے وہ بھی ٹھنڈی پڑی ہے۔ چلو معاف کرو، جاؤ یہاں سے۔ جمال نے پھر سے پٹ بند کرنا چاہا تو بوڑھے اجنبی نے کہا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ گھر میں کانگڑی ہو اور برف میں ٹھنڈی پڑی ہو۔ براہ مہربانی مجھے وہ کانگڑی دے دیجیے تاکہ میں اپنا جسم گرم کرسکوں۔ ارے بھئی ایک بار بول دیا کہ کانگڑی ٹھنڈی ہے۔ کوئلے بُجھ چکے ہیں۔ تم سمجھتے کیوں نہیں۔ چلو جاؤ یہاں سے۔ دروازے سے ٹھنڈ اندر داخل ہو رہی ہے۔ جمال کو اس پر بے حد غصہ آیا تو بوڑھے نے نہایت ہی نرمی سے کہا ”اس بوڑھے پر کچھ تو ترس کھاؤ۔ میں ٹھنڈ سے مر جاؤں گا۔“

ارے بھئی مرتے ہو تو مر جاؤ میں کیا کروں؟ جب ہم لوگ خود ٹھنڈ سے مر رہے ہیں، تمھیں کہاں سے کوئلوں سے بھری ہوئی کانگڑی دیں۔ یہ کہہ کر جمال غصے میں اندر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد اندر سے کانگڑی لا کر اسے دکھاتے ہوئے بولا ”یہ دیکھو، یہ دیکھو! کیا اس میں انگار ہیں؟ نہیں نا؟“

غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا، آج میں اس کانگڑی کا قصہ ہی ختم کر دیتا ہوں کہہ کر جمال نے کانگڑی زور سے آنگن میں زمین پر دے ماری تو کانگڑی میں لگے ہوئے مٹی کے برتن کے ٹکڑے دور تک بکھر گئے۔ لو اب تم خوش ہو گئے؟

چلو اب جاؤ یہاں سے۔ ایک تو اس غربت نے ہمارا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ دوسرا تم نے۔

ارے بھائی اتنا غصہ مت کرو۔ دیکھو غصے میں تم نے اپنا ہی نقصان کر دیا۔

ٹھیک ہے میں جاتا ہوں، خدا تمھارے حال پر رحم کرے کہہ کر بوڑھا شخص دروازے سے دور ہوا تو جمال نے دروازہ بند کیا اور آ کر کمرے میں بیٹھ گیا۔ بیوی نے پوچھا اتنے اندھیرے میں کون آیا تھا؟ کوئی اجنبی بوڑھا تھا، دماغ خراب کر دیا۔ ایک بار بولا ہمارے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں ہے لیکن مانتا ہی نہیں تھا۔

چلو کھانے کو کچھ ہے تو دے دو، بڑے زور کی بھوک لگی ہے۔

بچے تو چائے پی کر ہی سو گئے۔ بِنا دودھ کی چائے ہے اور کچھ ستو بچا ہے میں چائے اور سَتوں سے کام چلا لوں گی تم چاول کی کُھرچن کھا لو۔ پھر دونوں کھا پی کر خود کو ٹھنڈ سے بچانے کے لیے بستر میں گُھس گئے۔

صُبح ہوئی تو برف تھم چکی تھی لیکن سارا عالم برف کی سفید چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ چرند پرند اپنے آشیانوں سے نکل کر دانے کے لیے محنت رہے تھے۔ جمال مکان کی چھت پر جمع ہوئی برف کو نیچے گرانے کے لیے بیلچہ لے کر چھت پر چڑھا اور پھر جلدی ہی اس نے چھت صاف کر دی۔ سیڑھی سے نیچے اتر کر اس کی نظر اپنی کانگڑی پر پڑی تو وہ بھونچکا رہ گیا، وہ سوچنے لگا کل شام کو تو اس نے یہ کانگڑی زور سے زمین پر دے ماری تھی اور گر کر اس کے ٹکڑے دور تک بکھر گئے تھے پھر یہ صحیح سالم کیسے ہے؟ اس نے پاس جا کر کانگڑی اٹھائی تو کانگڑی واقعی ثابت تھی وہ کانگڑی لے کر دوڑتا ہوا مکان میں داخل ہو کر بیوی کو بلانے لگا۔ کیا بات ہے آسمان کیوں سر پر اٹھا رکھا ہے بیوی نے پاس آ کر پوچھا، جمال نے اسے رات کی ساری کہانی

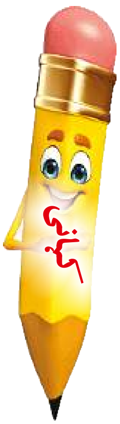

سنائی، پھر اچانک کانگڑی کا رنگ تبدیل ہونے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کانگڑی بھاری ہونے لگی اور پھر سنہرے رنگ میں بدل کر سونے کی بن گئی۔ وہ دونوں حیرت بھری نظروں سے کانگڑی کو دیکھ رہے تھے، جمال نے کھڑکی سے جھانک کر آنگن کی طرف دیکھا لیکن برف پر دور تک کسی بھی انسان کے پیروں کے نشان نہیں تھے اس نے بیوی سے کہا۔ اس سفید ریش والے بوڑھے شخص کے روپ میں ضرور کوئی فرشتہ یا جن تھا کیونکہ اگر وہ انسان ہوتا تو برف پر ضرور اس کے آنے کے نشان ہوتے۔ بیوی نے کہا۔ یقیناً وہ کوئی جن یا فرشتہ ہی تھا۔

دیکھا تم نے، میں نے کہا تھا نا وہ چھپڑ پھاڑ کر دیتا ہے لیکن ہمیں تو اس نے کانگڑی کی شکل میں دیا۔ دوسرے دن صبح سویرے ہی جمال کانگڑی کی کچھ تیلیاں توڑ کر شہر میں سونار کے پاس لے گیا، سونار نے کسوٹی پر گھس کر دیکھا تو خالص سونا تھا۔ جمال کو سونے کی کافی ساری رقم ملی اس نے بازار سے گھر کے لیے بہت سا سودا سلف اور کپڑے وغیرہ لیے اور گھر چلا آیا، ایک ساتھ اتنا زیادہ سامان دیکھ کر اس کی بیوی زندگی میں پہلی بار خوش ہوئی، کچھ دن تو گھر سے باہر ہی نہیں نکلا، انھوں نے طرح طرح کے پکوان کھائے اور اچھے اچھے کپڑے پہنے۔ کچھ دن گزرنے کے بعد وہ پھر بازار جا کر گھریلو سامان وغیرہ لایا، اس دوران اس نے پختہ مکان بھی بنالیا۔ آس پاس کے پڑوسی اس کی اس خوشحالی پر حیران تھے لیکن وہ کہتے ہیں نا ''اللہ مہربان تو گدھا پہلوان۔'' ایک شام بیوی نے اس سے کہا ''دیکھو اب ہماری ساری ضرورتیں پوری ہوگئی ہیں، مکان بھی بن گیا، بچے بھی اچھے اسکول میں پڑھنے لگے، کافی ساری نقدی بھی ہے اب ہمیں اپنے جیسے غریبوں کی مدد کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی اچھی زندگی بسر کر سکیں، کانگڑی کی تیلیاں توڑ کر پھر سے برابر ہوجاتی ہیں، ہمارا تو کچھ کم نہیں ہوگا بلکہ غریبوں کا بھلا ہوجائے گا۔ ویسے بھی خدا نے دیا ہے تو خدا کی راہ میں خرچ کریں گے تو رب بھی خوش ہوگا۔''

جمال کو بیوی کی یہ تجویز پسند آئی۔ اب وہ ہر رات کو ایک غریب پڑوسی کے گھر کے باہر چپکے سے کچھ رقم رکھ آتا۔ دیکھتے ہی دیکھتے شہر کے تمام غریبوں نے پکے مکان بنا لیے اور ان کے معاشی حالات بھی بہتر ہوگئے۔ ادھر غریب لوگ سوچ رہے تھے شاید بادشاہ کے سپاہی چھپ کر اُن کی مدد کر رہے ہیں۔

ادھر بادشاہ کے مخبروں نے بادشاہ تک یہ خبر پہنچائی کہ فلاں شہر کے عوام ٹیکس دینے سے انکار کرتے تھے لیکن آج ان تمام لوگوں نے پختہ مکان بنا لیے ہیں۔ وہاں کی سڑکوں پر تارکول بچھا ہوا ہے۔ بادشاہ نے جب یہ بات سنی تو آگ بگولا ہوگیا اور وزیر سے بولا کہ ان سب لوگوں کو دربار میں حاضر کرو۔ بس پھر کیا تھا، سپاہی سب کو پکڑ کر لے گئے اور راجا کے سامنے دربار میں حاضر کیا۔ راجہ نے سب سے ایک ہی سوال کیا ''آپ لوگوں کے پاس اتنا پیسہ کہاں سے آیا؟''

سوال سن کر سب کے سر جھک گئے، تبھی ایک شخص نے کہا۔ بادشاہ سلامت کا اقبال بلند ہو۔ کچھ ماہ پہلے میرے گھر کے باہر صبح سویرے ایک تھیلے میں موٹی رقم رکھی ہوئی تھی، اور رکھنے والے کا کوئی اتا پتا نہیں تھا، میں نے سوچا ہمارے لیے بھلائی کا یہ کام آپ ہی کروا رہے

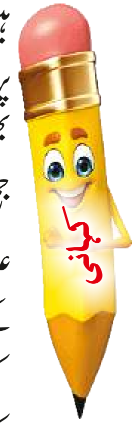

ہیں۔ پھر سب نے باری باری یہی الفاظ دہرائے تو بادشاہ پریشان ہوگیا۔ بادشاہ نے کہا، ہمارا حکم تھا جس کے پاس بھی ضرورت سے زیادہ پیسہ ہوگا وہ سرکاری خزانے میں جمع کرائے گا لیکن آپ نے پیسہ چھپا کر رکھا اور ہماری حکم عدولی کی ہے اس لیے آپ سب پچاس پچاس کوڑوں کے حقدار ہیں پھر اس نے وزیر کو حکم دیا کہ ان سب کو کوڑے مارنے کا کام شروع کیا جائے۔ اس سے پہلے کہ کوڑے مارے جاتے جمال نے کہا ”حضور کا اقبال بلند ہو، جان کی امان پاؤں تو کچھ عرض کروں؟“

بادشاہ نے کہا۔ بولو کیا کہنا چاہتے ہو؟ جمال نے کہا میرا نام جمال ہے اور یہ سب لوگ بے قصور ہیں۔ ان کو چھوڑ دیں۔ دراصل ان لوگوں کے گھروں کے باہر وہ رقم میں رکھتا تھا۔ یہ سن کر سارے ایک دوسرے کی طرح حیرت بھری نظروں سے دیکھنے لگے اور بادشاہ کے بھی ہوش اڑ گئے اور اس نے غصے میں کہا۔

اچھا تو اصلی قصور وار تم ہو، تمھیں اس کی برابر سزا ملے گی لیکن ایک سوال کا جواب دو۔ یہ کروڑوں کا معاملہ ہے۔ سچ بتاؤ تم نے کہاں ڈاکہ ڈالا؟

عالی جاہ! میں نے کہیں ڈاکہ نہیں ڈالا میرے پاس سونے کی ایک کانگڑی ہے جس کی تیلیاں بیچ کر میں ان کے لیے یہ رقم لاتا تھا۔ سونے کی کانگڑی؟ یہ تم کیا بول رہے ہو؟ ہمیں بیوقوف مت بناؤ۔ سچ بولو نہیں تو تمھارا سر قلم کر دیا جائے گا۔ پھر جمال نے راجہ کو شروع سے پوری بات بتائی تو راجہ نے کہا۔ اس کانگڑی کو ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔ جمال نے کانگڑی ساتھ ہی لائی ہوئی تھی دکھاتے ہوئے بولا ”جہاں پناہ یہ رہی وہ کانگڑی۔ جمال کے ہاتھ میں سونے کی کانگڑی دیکھ کر بادشاہ کی نیت بدل گئی اور بولا۔ اس کے ہاتھ سے کانگڑی لے کے ہمارے پاس لاؤ اور اس کا سر قلم کر دو۔ سپاہی نے کانگڑی بادشاہ کے سامنے رکھی تو بادشاہ نے دیکھا وہ ایک عام سی کانگڑی میں تبدیل ہوگئی تو اس نے گرجدار آواز میں کہا۔ ٹھہرو...! سونے کی کانگڑی اچانک کیسے عام کانگڑی میں تبدیل ہو گئی؟ یہ کیا ماجرا ہے؟

جہاں پناہ! دراصل میرے ہاتھوں میں آتے ہی یہ کانگڑی سونے کی ہوجاتی ہے دوسرے کے ہاتھ میں جاتے ہی یہ عام کانگڑی بن جاتی ہے۔ یہ سن کر بادشاہ سوچ میں پڑ گیا کہ اگر اس کا سر قلم کر دیا تو یہ کانگڑی بے کار ہوجائے گی۔ اپنی اونچی کرسی سے نیچے اتر کر بادشاہ ادھر ادھر ٹہلنے لگا پھر تھوڑی دیر بعد وہ واپس اپنی کرسی پر بیٹھا اور بولا۔ چونکہ تم نے عوام کی بھلائی کے لیے کام کیے ہیں اس لیے ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج سے تم ہمارے وزیر بن کر اسی دربار میں رہو گے اور یہ کانگڑی بھی تمھارے ہی پاس رہے گی۔ بادشاہ کا یہ فیصلہ سن کر پکڑ کر لائے ہوئے تمام لوگ خوش ہوئے اور بادشاہ سلامت زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔ جمال نے کانگڑی اٹھاتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جا کو راکھے سائیاں، مار سکے نہ کوئی۔“

■

Parvez Manous
House No: 115, Azad Basti West
Nai Pura
Srinagar -190015 (J&K)
Mob.: 9622937142

عفت احسان

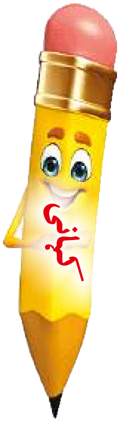

سایہ

گھر آکر بگڑے ہوئے تیور لے کر راحمہ سیدھے امی کے پاس آئی۔ امی آپ نے ابا کو مجھے اسکول لینے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کے لہجے کی ناگواری کو محسوس کرتے ہوئے امی نے کہا نہیں بیٹا وہ تمھارے والد ہیں، تمھاری فکر ہوتی ہے۔ وہ آج کل کے ماحول کو جانتے ہیں۔ اسی لیے تو اس بیماری میں بھی تمھارے اسکول کی چھٹی کے وقت سے پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں تاکہ تمھیں آنے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ امی پلیز پریشانی کی تو بات ہی مت کیجیے۔ ان کے آنے سے مجھے بہت ہی عجیب سا لگتا ہے اور اپنے دوستوں کے سامنے خواہ مخواہ صفائیاں دینی پڑتی ہیں۔ راحمہ نے ابو کو اندر آتے ہوئے دیکھ کر دبی زبان میں کہا اور پیر پٹختی ہوئی کمرے میں چلی گئی۔ کیا ہوا راحمہ رشدہ نے اس کے بگڑے مزاج کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ہونا کیا تھا اچھا ہوا تم دسویں کے بعد اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکی۔ ورنہ میری طرح تم کو ابا اسکول سے گھر اور گھر سے اسکول لینے آتے۔ تم کتنی بدتمیزی سے بول رہی ہو راحمہ، ابا باہر کھڑے ہیں۔ اگر سن لیا تو کتنا برا لگے گا ان کو، رشدہ نے آنکھ دکھاتے ہوئے کہا۔ تو اچھا ہے سن لیں نا، وہ ہمارے لیے کرتے ہی کیا ہیں؟ یہ ایک ٹوٹا ہوا دروازہ جو آج تک نصیب نہیں ہوا کہ بنا دیں، اس نے اپنے پیروں سے پاس ہی لگے ہوئے دروازے پر ٹھوکر ماری جس دروازے کے بازو تک ہل گئے۔ رشدہ نے بے چارگی سے کہا بس اتنا ہی کہہ سکتی ہوں کہ اگر آپ کا باپ اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے کوئی کام نہ کر رہا ہو تو اس میں ان کی کیا غلطی۔ ہر والدین اپنے سے اچھی زندگی اپنے اولاد کو دینے کے خواہشمند ہوتے ہیں، لیکن اگر وہ بدقسمتی سے زندگی کے

اس پڑاؤ پر صحت نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں زندگی کی وہ آسائش نہیں دے پا رہے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کو طعنہ نہ دیں بلکہ ان کے ساتھ محبت سے پیش آئیں جیسے کہ ہم اپنے خوش حال دنوں میں ان کی عزت کرتے تھے۔شکر ہے ہمارے سر پر ایک چھت تو ہے جس میں ہم اپنے والدین کے ساتھ بحفاظت رہ رہے ہیں، ایک روٹی تو سکون کی فراہم کر رہے ہیں نا، وہ اس کی آنکھ میں آنکھ ڈالے بول رہی تھی۔ اتنا کچھ سمجھانے کے بعد بھی راحمہ پر کچھ اثر نہیں ہوا، وہ جھٹ سے بولی امی نہ ہوتی تو ایک روٹی بھی نہ ملتی۔ بے چاری دن بھر مشین چلاتی رہتی ہیں پھر ان کے رہنے کا کیا فائدہ۔

نہ جانے کب امی پیچھے آ کر اس کی بکواس سن رہی تھیں اور ایک زور کا طمانچہ اس کو دے مارا۔ بدتمیز کچھ زیادہ نہیں ہوگئی ہو، یہ تمھارے باپ کی چھوٹ ہے جو آج یہ اتنی بدتمیزی کر رہی ہے، تم کیا جانو گھر کے دروازے کے باہر باپ کی چپل اتری ہونا بھی بڑی خوش قسمتی کی بات ہے۔ کچھ بھی ہو تمھارے ابا نے ہم لوگوں کے لیے بہت کچھ کیا، آج اپنی بیماری سے پریشان ہیں تو کیا میں ان کا ساتھ چھوڑ دوں۔ امی نے اپنے آنسو کو دوپٹے کے کونے سے صاف کرتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔ عالیہ کے ابا بھی تو ایک باپ ہیں اس کے لیے زندگی کی تمام طرح کی آسائش کرتے ہیں۔ وہ کتنی بڑی گاڑی سے آتی ہے۔ اس کے پاس وہ سب کچھ ہوتا ہے جو ہم صرف خواب میں سوچ سکتے ہیں، راحمہ نے کہتے ہوئے ایک لمبی سانس چھوڑی۔

رشدہ کو ساری بات سمجھ میں آ گئی کہ وہ اپنے کلاس کے اور بچیوں کی زندگی سے متاثر ہو رہی ہے اور اپنے پاس وہ آسائش نہیں پا کر ابا کو اس کا قصور وار سمجھ رہی ہے، رشدہ نے کہا چلو اچھا ٹھیک یہ سب فالتو کی بات چھوڑو، چلو کھانا کھاتے ہیں۔

دن دھیرے دھیرے گزرتا گیا اور ہر گزرتے دن کے ساتھ عالیہ سے اس کا لگاؤ بڑھتا جا رہا تھا، وہ آج یہ لائی تھی۔ اس کے پاپا یہ اس کے پاپا وہ۔ راحمہ ہر وقت اسی کی بات کرنے لگی۔ ایک دن اسکول سے آنے کے بعد وہ امی سے عالیہ کے گھر جانے کی ضد کر رہی تھی، امی اس کی سالگرہ ہے مجھے جانے دیں جیسے تیسے کر کے امی مان گئیں، میں اس کے ساتھ اس کے دوست کے بتائے ہوئے ایڈریس پر پہنچی۔ ایک عالی شان محل نما گھر جس میں داخل ہوتے ہی عالیہ بڑی خوشی خوشی ملی، پورا گھر سجا ہوا تھا اور کیوں نہ سجتا ان کی اکلوتی بیٹی کی سالگرہ تھی۔ ابھی وہ ہمیں اپنا گھر دکھا ہی رہی تھی کہ اتنے میں اس کے گھر کے نچلے حصے سے چلانے کی آواز آنے لگی، ہم سب دوڑ کر نیچے کی طرف بھاگتے ہوئے آئے، عالیہ کے بتانے پر پتا لگا یہ اس کے والدین ہیں، اس کے ابا نشے کی حالت میں تھے اور اس کی امی کو بڑی بے رحمی سے مار رہے تھے، باقی گھر کے ملازم اور سالگرہ میں آئے ہوئے مہمان حیرت اور ڈر کے مارے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

ہم وہاں سے جیسے تیسے کر کے نکلے اور گھر آ کر گہری سانس لی، تم ایسی زندگی کی خواہش مند ہو راحمہ۔ میں نے اتنا ہی کہا کہ راحمہ گلے لگ کر بہت روئی اور شاید اپنے کہے ہوئے الفاظ اس کو یاد آ رہے تھے، جو وہ ابا کے لیے

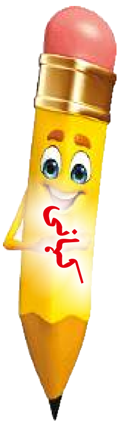

بول دیتی تھی۔ صبح ہوتے سب سے پہلے اس نے ابا سے پوچھا ابا آپ کے لیے چائے لاؤں؟ اور ابا حیرت سے اس کو دیکھتے ہوئے بولے ضرور کیوں نہیں، ان کے لفظوں میں ایک الگ سی خوشی تھی، ابا اور اس کو ایک ساتھ چائے پیتے دیکھ امی نے سکون کی سانس لی،نہیں تو اس کے تیور دیکھ پریشان رہتی تھیں۔ پر یہ محبت بھرے لمحے کچھ پل کے تھے، اسی دن شام کو ابا معمولی سے درد میں ہمیں اکیلا چھوڑ گئے۔ راحمہ کے لیے یہ بہت دکھ کی بات تھی، وہ اپنے ہوش سے بیگانہ بار بار یہی کہے جارہی تھی، اس کو تو ابا سے معافی مانگنی تھی۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد زندگی نارمل ہونے لگی، امی نے ٹوٹے ہوئے دروازے بدلوا دیے،لیکن ایک رات کچھ آہٹ سن کے لگا کوئی گھر میں ہے۔ شور کرنے پر محلے والے مدد کو آئے تو پتہ لگا پڑوس کے ایک آدمی تھے وہی گھر میں گھس آئے۔ ہمیں معلوم تھا چوری کرنے لائق ہمارے پاس کوئی شے نہیں تھی اور یہ سب کو معلوم ہے وہ کسی غلط ارادے سے آئے تھے۔ اس دن اس بات کا احساس راحمہ کو ہوا۔ آپی پہلے ہمارا دروازہ ٹوٹا تھا، ایک دھکے میں کھل جاتا۔ پر تب کوئی نہیں آیا کیونکہ اس وقت ہمارے سر پر باپ کا سایہ تھا اور آج دروازہ اتنا مضبوط ہے پھر بھی یہ گھس آئے۔ دروازے کی مضبوطی کچھ نہیں باپ بیمار ہی سہی گھر میں رہے تو بہت بڑا سایہ ہے۔ اتنا کہہ کر ہم دونوں بہت روئے۔

■

Iffat Ehsan
Noor Ain House No 21,Noorain's Shop Basahi
Near Jama Masjid , Aqbal Pur Post Devgoan
Lalganj, Distt: Azamgarh - 276201
Mobile No : 6306781842
iffatehsan4488@gmail.com

Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکی سالانہ خریدار بننا چاہتا رچاہتی ہوں۔

145 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر................................ بتاریخ.......................................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/145 روپے IFSC: CNRB0019009، A/C: 90092010045326

میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ....

پتہ : ....

....

....

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

Email.: magazines@ncpul.in , 011-26108159: فیکس 011-26109746:فون

دستخط

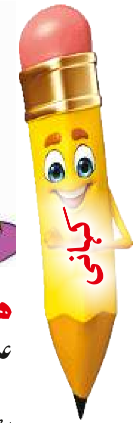

الٹ گئی تدبیر

تنویر اختر رومانی

ہر اسکول میں جہاں بہت سے اچھے اور نیک طالب علم ہوتے ہیں، وہیں چند شریر اور بدمعاش لڑکے بھی پڑھتے ہیں، جو پڑھائی میں کم اور شرارت پر زیادہ دھیان دیتے ہیں۔ ایسے ہی لڑکوں میں ایک الباب بھی تھا۔ وہ ساتویں درجے کا طالب علم تھا۔ اس سے طلبا تو طلبا، اساتذہ بھی پریشان رہتے تھے۔ روزانہ نت نئی شرارتوں سے دوسروں کو حیران و پریشان کرنا اس کا معمول تھا۔اسی وجہ سے کلاس کے مانیٹر سے اس کی نہیں بنتی تھی۔ مانیٹر سرفراز اس کی شرارتوں کی شکایت ٹیچر سے کرتا تو ٹیچر اس کی پٹائی کردیتے تھے۔ الباب ٹیچروں کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا مگر اپنی پٹائی کا بدلہ وہ اس طرح لیتا کہ مانیٹر سرفراز کے تھیلے سے کبھی قلم گم ہوجاتا، کبھی پنسل، کبھی ربر تو کبھی شارپنر۔ سرفراز ان چوریوں کی بھی شکایت ٹیچر سے کرتا، لیکن ٹیچر چور کو سزا دینے سے قاصر رہتے تھے کیوں کہ چور پکڑا نہیں جاتا تھا۔ الباب پر یوں ہی الزام لگا کر تو وہ اس کو سزا نہیں دے سکتے تھے اور کوئی ٹھوس ثبوت طلبا کے پاس ہوتا نہیں تھا۔ ویسے سب کو یقین تھا کہ یہ حرکتیں الباب کی ہی ہیں۔

سرفراز بہت نیک لڑکا تھا۔ وہ امتحان میں ہمیشہ اول آتا تھا۔ اساتذہ کی عزت کرنا اور کلاس کے لڑکوں کے ساتھ ہمدردی اور محبت سے پیش آتا تھا۔ اسکول کے تحریری اور تقریری مقابلوں میں وہ کئی انعامات بھی حاصل کرچکا تھا۔ اپنی شرافت کے تقاضے کے تحت وہ الباب کی چوریوں کو نظرانداز کرتا رہا مگر آخر کب تک؟ برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔

اب تو الباب کی شرارت نے ایک نیا رخ لے لیا تھا۔ سرفراز جس روز الباب کی شکایت ٹیچر سے کرتا، اس دن ٹفن کے وقفے کے بعد جب کلاس لگتا تو اس کی کسی کتاب کے ایک دو ورق غائب ملتے۔ یہ معاملہ برداشت سے باہر ہوگیا۔ اس نے سوچا، اس طرح تو پڑھائی کا نقصان ہوگا اور قیمتی کتابیں دوبارہ اپنی جیب سے خریدی نہیں جاسکتیں، کیونکہ اسے معمولی جیب خرچ ملتا تھا۔ اس نے تہیہ کرلیا کہ الباب کو سبق سکھانا چاہیے تاکہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آجائے۔

لہٰذا، اس نے اپنے ہم جماعت دوست دلشاد کے ساتھ مل کر ایک منصوبہ بنایا۔ منصوبے کی کامیابی کا اسے پورا یقین تھا۔ اب وہ موقعے کی تلاش میں رہنے لگا اور یہ موقع اسے جلد ہی مل گیا۔

نیا سیشن شروع ہوا تھا۔ اب الباب، سرفراز، دلشاد اور دیگر بہت سارے لڑکے آٹھویں درجے کے طالب علم ہوگئے تھے۔ پاس ہونے والے سب ہی لڑکوں کے پاس نئی نئی کتابیں تھیں۔

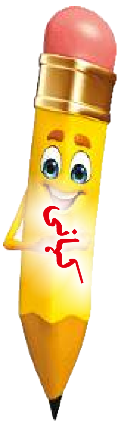

ایک دن خالی پیریڈ میں الباب نے اپنے آگے کی بنچ پر بیٹھے لڑکے کی پُشت پر قلم سے ڈھیر ساری سیاہی چھڑک دی۔ مانیٹر سرفراز نے اسے دیکھ لیا اور اس کی شکایت کلاس ٹیچر عفان سر سے کردی۔ الباب کی اس نئی شرارت پر عفان سر چراغ پا ہوگئے۔ اس دن اس کی جم کر پٹائی ہوئی تھی۔ سرفراز نے سمجھ لیا تھا کہ آج الباب اس کی کتابوں کا ستیاناس ضرور کرے گا۔

ٹفن کا وقفہ ہونے کے بعد الباب اور دوسرے طلبا تو کلاس سے فوراً باہر چلے گئے لیکن سرفراز اور اس کا دوست ذرا دیر سے نکلے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب الباب نے دیکھا کہ کلاس میں کوئی نہیں ہے تو وہ داخل ہوا اور چند منٹ بعد ہی نکل کر کسی دوسری طرف چلا گیا۔ جب الباب باہر نکل گیا تو دوبارہ سرفراز کلاس روم میں داخل ہوا۔

ٹفن کا وقفہ ختم ہونے پر سب لڑکے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد اردو کے ٹیچر آئے تو سب لڑکوں نے اپنی اپنی اردو کی کتاب نکالی۔ اچانک الباب اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر رندھی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ''سر! کسی نے میری ساری کتابیں پھاڑ ڈالی ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی چار پانچ پھٹی ہوئی کتابیں دکھائیں۔ سب لڑکے حیرت میں پڑ گئے۔ ایسی شرارت تو خود الباب کرتا ہے۔ یہ شرارت کس نے کی؟

''کس نے پھاڑی ہیں یہ کتابیں؟'' سر نے گرج کر کہا۔

دلشاد نے کھڑے ہو کر کہا۔ ''خود اسی نے پھاڑی ہیں سر!''

''میں اپنی کتابیں کیوں پھاڑنے لگا؟'' الباب نے غصے سے کہا۔

''سر! بات یہ ہے کہ ٹفن کے وقفے میں سرفراز نے اپنی کتابیں الباب کے تھیلے میں رکھ دی تھیں اور اس کی کتابیں اپنے تھیلے میں۔ کمرہ خالی دیکھ کر الباب چپکے سے آ کر سرفراز کے بیگ میں ہاتھ ڈال کر چر چر کئی کتابیں پھاڑ ڈالیں.... کتابیں پھاڑ کر جب یہ باہر نکل گیا تو سرفراز نے اپنی اور اس کی کتابیں اپنی اپنی جگہ پر رکھ دیں .... سر ہم لوگ چھت کے روشن دان سے یہ سب دیکھ رہے تھے۔''

سارے طلبا کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

''تو تم نے اپنے جرم کی سزا فوراً پالی۔'' ٹیچر نے مسکراتے ہوئے الباب سے کہا۔ پھر سرفراز سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ ''تم کتابیں بدلنے کی بجائے الباب کی کتابیں خود پھاڑ سکتے تھے؟''

''جی ہاں سر!.... میں ایسا کرسکتا تھا لیکن سر، جن کتابوں سے ہم علم حاصل کرتے ہیں، ان کے ساتھ یہ سلوک کتنی گری ہوئی بات ہوتی.... میں تو الباب کو ایک سبق دینا چاہتا تھا سر!''

الباب کی یہ حالت تھی کہ کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔ مگر اس واقعے کے بعد سے اس نے واقعی سبق حاصل کرلیا۔ سرفراز کے ایک جملے نے اس کی آنکھیں کھول دیں۔ اس کی حالت میں اتنا سدھار آیا کہ وہ سرفراز کا دوست بن گیا اور اس نے اپنی شرارتوں سے توبہ کرلی۔

■

Tanweer Akhtar Roomani
59, Chuna Shah Colony
P.O.: Maango
Jamshedpur- 831012 (Jharkhand)
Cell: 7004384853
taroomani@gmail.com

حلیمہ فردوس

چھیڑ خان کی چھیڑ خانیاں

نمرہ اور سیمیں دونوں سہیلیاں باتوں میں مصروف تھیں۔ اچانک نمرہ نے کہا۔

”دیکھو دیکھو، یہ پھر آ گیا۔“

سیمیں نے سوال کیا، کون کون؟ تم چپ کیوں ہو بتاؤ تو سہی۔ تمھارا دوست، تمھارا پڑوسی، آخر وہ ہے کون؟

نمرہ: ”میں نہیں بتاتی۔“ ”تمھیں پہچاننا ہوگا چلو میں اس کے بارے میں اشارے دیتی ہوں۔

”بے سرا گاتا ہے، رات دن سب کو ستاتا ہے
کاٹ سکے نہ اس کو نائی، وہ نہ پڑوسی نہ ہی بھائی“

سیمیں: (ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے کہا) ”نمرہ بی بی! تم اپنی سہیلی سے پہیلی بجھانے کے لیے کہہ رہی ہو۔ واہ بھئی واہ۔ یہ تو چھیڑ خان ہے۔ چھیڑ خان۔“

نمرہ: تم بھی بڑی کمال کی ہو۔ پہیلی کا جواب پہیلی سے دے رہی ہو۔ واقعی وہ ہے ہی چھیڑ خان! تمھیں اچھا نام سجھائی دیا، وہ صبح سے شام تک سبھوں کو تنگ کرتا رہتا ہے۔

”رُوں رُوں رُوں بس ایک ہی راگ الاپتا ہے۔“

ابھی نمرہ کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ اُس نے اپنے ہی گال پر زوردار تھپڑ سے اس کو بھگانے کی کوشش کی اور اپنا گال سہلاتی رہ گئی۔

سیمیں: ”چھیڑ خان کا کام ہی یہی ہے۔ اس کی چھیڑ خانیوں کے کیا کہنے۔ کیا کوئی بندہ اپنے ہی گال پر اس قدر جم کر تھپڑ لگا سکتا ہے؟ لیکن یہ دو ٹکے کی مخلوق حضرت انسان کو ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ ہر دم ناک میں دم کرنا اس کا کام ہے۔“

نمرہ اور سیمیں کے درمیان اس ننھے سے کیڑے یعنی مچھر خان کی شکایتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ گڈی روتی ہوئی آ ٹپکی اور فریاد کرنے لگی۔

گڈی ”آپی، اُف اُف میرے کان میں مچھرنی گھس گئی ہے۔ پھُر پھُر کی آواز سے میرا دم نکلا جا رہا ہے۔ یا اللہ میں کیا کروں۔“

لفظ مچھرنی سن کر نمرہ اور سیمیں ہنسنے لگیں، گڈی سے سوال کیا۔

''یہ مچھرنی کیا بلا ہے؟''

گڈی ! آپ لوگ اناڑی ہو۔ ہماری مس نے بتایا کہ فیمیل مچھر ہی کاٹتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے یہ مچھرنی کا کام ہوا کہ نہیں۔ ارے آپ دونوں کچھ تو کرو اور میری بے چینی دور کرو۔

نمرہ: ''آؤ یہاں آ جاؤ گڈی۔'' میں تمھاری شکایت دور کرتی ہوں۔

جیسے ہی نمرہ نے دوائی کی دو چار بوندیں کان میں ٹپکائی اور کان بند کر کے لیٹنے کے لیے کہا، مسئلہ حل ہو گیا۔ دو تین منٹ بعد گڈی کو جیسے ہی سکون ملا وہ کھیلنے کے لیے چلی گئی۔

سیمیں: نمرہ تمھارے گھر میں مچھرنیاں کچھ زیادہ ہی ہیں۔ یہ بھی کمال ہے۔ مچھر خان اپنی چھیڑ خانی کے لیے۔ مفت میں بدنام ہے اور مچھر خانم اپنا کام کر جاتی ہے۔ یہ دیکھو اس کی انجکشن کی سوئی جیسی سونڈھ کپڑوں کی تہہ سے ہمارا خون چوستی ہے۔ ہاں! اس سے نجات پانے کا کوئی طریقہ کام نہیں آتا۔ آل آؤٹ سے تو وہ آوٹ نہیں ہوتے ہمیں ہی اس جگہ سے آؤٹ ہونا پڑتا ہے۔ یہ بن بلائے مہمان ہیں۔ صاف ستھرے گھروں میں بھی ہلّا بولتے ہیں۔

حارث اپنی فتح کا اعلان کرتا شور مچاتا ہاتھ میں الیکٹرک بیٹ تھامے دھم سے صوفے پر بیٹھ کر ڈینگیں مارنے لگتا ہے۔

''آپی ! آج میں نے اس بیٹ سے بے شمار مچھر مارے ہیں۔

نمرہ: اس میں کوئی شک نہیں۔ تم ہو ہی تیس مار خان۔

حارث: آپی ! میں تیس مار خان نہیں، میں تو مسکیٹو کلر ہوں۔ میں مچھر مار خان ہوں۔

نمرہ: جو بھی ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔

حارث: مزے کی بات سنیے آپی، مچھر مارنے کے چکر میں دادا کی عینک ٹوٹ گئی۔ اس میں میری کوئی غلطی نہیں۔ دو چار مچھر ان کے سر پر منڈلا رہے تھے۔ میں نے بیٹ گھمایا اور وہ دادا کی عینک سے جا ٹکرائی اور پھٹاک سے نیچے گری اور اس کی ڈنڈی علیحدہ ہو گئی۔

نمرہ: بچو آج بابا سے تمہاری خوب دھلائی ہوگی۔

حارث: (تعجب سے) کیوں؟ میں نے جو بھی ہوا سچ سچ بتا دیا۔ میں گڈی کی طرح کچھ چھپاتا نہیں، امی معاملہ سنبھال لیں گی۔ بابا کے آنے کے بعد وہ دادا کی عینک ٹھیک کروائیں گی اور پھر قصہ ختم۔

سیمیں نے حارث سے مخاطب ہو کر کہا ''مجھے سچ بولنے والے اور اپنی غلطیوں کو قبول کرنے والے بچے بہت پسند ہیں۔ حارث تمھاری معلومات میں ایک اور بات کا اضافہ۔ تمھیں پتہ ہے مچھروں کو بعض لوگوں کا خون اچھا لگتا ہے وہ انھیں کے اطراف گھومتے ہیں۔''

حارث: ہاں سیمیں، دیدی مجھے سب پتہ ہے، اسی لیے مچھروں کو دادا سے بہت پیار ہے۔ اُف اُف کہہ کر وہ ناچنے لگا اور اس نے اپنی شرٹ بھی نکال کر پھینک دیا۔

نمرہ: ''حارث یہ کیا ہو رہا ہے تمھیں عقل بھی ہے۔ سیمیں دیدی بیٹھی ہوئی ہیں اور تم ایسی بیہودہ حرکت کر رہے ہو۔''

حارث! "Sorry" سیمیں دیدی۔ ابھی میں دوسری شرٹ پہن کر آتا ہوں۔ مجھے یاد نہیں رہا مچھر گہرے رنگ

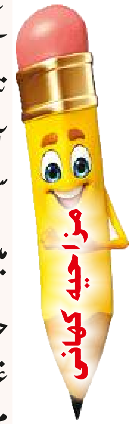

کے کیڑے پر زیادہ منڈراتے ہیں۔'' وہ اندر گیا اور اپنا تیار کیا ہوا پروجیکٹ اٹھا لایا، نمرہ آپی تو دیکھتی نہیں کم از کم آپ کی تعریف سے میری ہمت بندھے گی۔''

سیمیں: ٹھیک ہے تمھارے پروجیکٹ سے ہماری معلومات میں بھی اضافہ ہوگا۔ بتاؤ تو سہی کیا کیا لکھا ہے۔

حارث: یہ ہوئی نہ بات پہلے اس چھوٹے مچھر کی عجیب و غریب خوبیوں کے بارے میں بتاتا ہوں، دنیا بھر میں مچھروں کی 3500 قسمیں ہیں، اس چھوٹے سے کیڑے کی دو بڑی بڑی آنکھیں ہوتی ہیں۔ جس سے اسے حرکت کا پتہ چلتا ہے۔ وہ اپنے سر یعنی سونڈ سے کھانے اور سونگھنے کا کام لیتا ہے۔ بعض مچھر کاٹتے ہیں لیکن ان کے کاٹنے سے جراثیم نہیں پھیلتے، اس قسم کے مچھر کو Nuisance Mosquito کہتے ہیں۔ نر مچھر کی بہ نسبت مادہ مچھر کی عمر زیادہ ہوتی ہے وہ انسانوں کا ہی نہیں جانوروں کا بھی خون پیتی ہے۔''

نمرہ: اپنے بھائی کو درمیان میں ٹوکتی ہے، ''ارے بھائی بند کرو اپنی معلومات کا پٹارا۔''

سیمیں، حارث کی طرف داری کرتے ہوئے کہتی ہے، ''نمرہ! دیکھو تو سہی حارث نے اپنے پروجیکٹ پر کتنی محنت کی ہے۔''

''حارث سے مخاطب ہو کر اچھا تمھیں ڈینگو کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟''

حارث - دیدی! ہمارے اسکول میں ''قومی یوم ڈینگو'' منایا گیا۔ ڈینگو ایک خاص مچھر کے کاٹنے سے پھیلتا ہے۔ یہ گہرے رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کے جسم اور پیروں پر چاندی جیسے چمکیلے دھبّے ہوتے ہیں۔ آپی! یہ شدید گرمی میں مرجاتے ہیں لیکن وہ بھی ہماری طرح گرمی برداشت کرنے لگے ہیں۔ مارچ، اپریل تو کیا مئی کے مہینے میں بھی ڈینگو کے مریضوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ یہ صاف پانی پر پھلتے پھولتے ہیں۔ خاص کر شہروں میں اس قسم کے مچھر پائے جاتے ہیں، دن بہ دن اس کے مریضوں کی تعداد بڑھتی جارہی رہے۔ ہمیں ڈینگو مکت بھارت بنانا ہے۔''

سیمیں اور نمرہ نے حارث کو شاباشی دی۔ واہ بھئی واہ - سیمین نے کہا دیکھو یہ بن بلایا مہمان پھر آگیا۔ حارث تم اس کی خبر لینا۔ میں چلی۔

■

Dr. Haleema Firdous
414-AI, Ganga Block
National Games Village Koramangla
Bangalore- 560047 (Karnataka)

جواب

1	دمام، سعودی عرب	2	ہوگلی	3	ارجن ایوارڈ	4	5 ستمبر
5	ہیم ساگر ایکسپریس	6	12 مارچ 1954	7	مدر ٹریسا	8	کویت
9	ہمنگ برڈ (Himmingbird)	10	آٹھ	11	مطماطہ، تیونس	12	جان جے لاؤڈ 1888
13	دو	14	شیخ سعدی	15	پٹنہ	16	تامل ناڈو
17	سبھاش چندر بوس	18	کارڈیوگراف	19	19 اپریل 1975	20	روس

قسط 9

جنگل کی کہانی

رمیش نارائن تیواری

مترجمہ

زینت شہریار

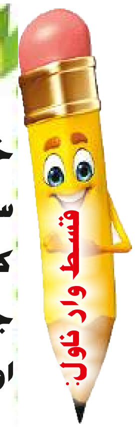

پیارے بچو! ہر عمر کے لوگوں کو قصے اور کہانی سننے کا شوق ہوتا ہے، خاص طور پر بچپن میں کہانیوں سے دلچسپی ہوتی ہے اورسبق آموز کہانیوں سے بہت کچھ سیکھتے بھی ہیں۔ اسی وجہ سے دادی، نانی اور امی وغیرہ سے کہانیاں سنانے کی فرمائش کرتے ہیں۔ بچوں کی پسندیدہ چیزوں میں جنگل اور جنگلی جانور کافی اہمیت کے حامل ہیں، بچے ٹیلی ویژن پر بھی ایسے کارٹون اور کہانیاں شوق سے دیکھتے ہیں۔

’جنگل کی کہانی‘ رمیش نارائن تیواری کی عمدہ کتاب ہے جس کا اردو ترجمہ زینت شہریار نے کیا ہے، بھیڑیا، شیر، بندر، اژدھا، موگلی اور فا وغیرہ اس کتاب میں بیس کہانیاں شامل ہیں جو آپس میں مربوط ہیں۔ بچوں کی دلچسپی اور پسندکے پیش نظر ’جنگل کی کہانی‘ کے عنوان سے ایک نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے امید ہے کہ اسے آپ پسند کریں گے اور ان سے سبق بھی حاصل کریں گے۔

اب تک آپ بھیڑیا اور گیدڑ، شیر خاں کی دھمکی، بھیڑیا گروہ میں موگلی کا مطالعہ، شیر خاں کی سازش، لال پھول کا کرشمہ، موگلی جنگل سے انسانوں کی بستی میں پڑھ چکے ہیں۔ ’شیر خاں کا خاتمہ‘ میں بتایا گیا ہے کہ موگلی مویشی کے جھنڈکو لے کرروزانہ چرانے کے لیے جاتاتھا،شیر خاں اس کے تاک میں لگا رہتا تھا تاکہ وہ اسے اپنا شکار بنالے، روپا بھیڑیے نے ایک دن کہا کہ شیر خاں کھا پی کر ایک نالے میں آرام کررہا ہے،موگلی کو اسے مارنے کا اچھا موقع مل گیا اور وہ اکیلا بھیڑیا اوربھینسوں کی جھنڈ کی مدد سے شیر کو مارنے میں کامیاب ہوجاتا ہے، دوسرے چرواہے یہ منظر دیکھ کرچیختے چلاتے گائوں کی طرف بھاگ جاتے ہیں۔اب آگے (ادارہ)

انسانی سماج سے اخراج

’’بھائیو!یہ کتے کی موت تھی۔‘‘ موگلی نے اپنے گلے میں لٹک رہی تیز چھری ٹٹولتے ہوئے کہا۔آدمیوں کے درمیان رہتے ہوئے اب موگلی چھری کا استعمال سیکھ گیا تھا۔اس لیے وہ میان میں پڑی ایک چھری ہمیشہ ڈور لٹکا کر گلے میں ڈالے رہتا تھا۔’’ویسے بھی شیر خاں بہادروں کی موت مرنے والوں میں سے نہیں تھا۔اس کی کھال

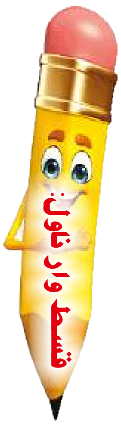

مجلس گاہ پر خوب کھپے گی۔ اچھا اب ہمیں اپنا کام جلدی سے نبٹا لینا چاہیے۔''

آدمیوں کے درمیان پرورش پا کر بڑے ہونے والے موگلی کی عمر کا کوئی لڑکا ایک دس فٹے باگھ کی کھال تنہا اتارنے کی بات خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ لیکن موگلی کی بات ہی اور تھی۔ اسے معلوم تھا کہ کس جانور کی کھال اس کی ہڈیوں کے ڈھانچے پر کس طرح مڑھی ہوتی ہے اور اسے کس طرح ڈھانچے سے الگ کرنا چاہیے۔ کام بڑی محنت کا تھا اور موگلی تقریباً ایک گھنٹے تک اپنے چاقو سے چیر پھاڑ کرتا رہا۔ دونوں بھیڑیے اکیلا اور روپا اپنی زبان لپلپاتے ہوئے سامنے بیٹھے تھے۔ بیچ بیچ میں ضرورت پڑنے پر جب موگلی انھیں حکم دیتا تھا تو وہ دونوں اپنے دانتوں سے کھال کو کھینچ کر جسم سے الگ کرنے میں موگلی کی مدد کرتے جاتے تھے۔

اپنے کام میں موگلی اس قدر منہمک تھا کہ سامنے بیٹھے بھیڑیے کب ہٹ گئے اس کا اسے احساس ہی نہیں ہوا۔ اچانک اس کے شانوں پر ایک وزنی ہاتھ آ کر پڑا۔ چونک کر سر اٹھاتے ہی اس نے بل دیو کو سامنے کھڑا پایا۔ اس کی پرانی بندوق اس کے دوسرے ہاتھ میں تھی۔ چرواہا لڑکوں سے بھینسوں کے بھاگ جانے کی خبر پا کر وہ موگلی پر غصہ ہوتا ہوا آیا تھا۔ وہ سوچ کر آیا تھا کہ لاپرواہی برتنے اور مویشیوں کی ٹھیک سے دیکھ بھال نہ کرنے کے لیے موگلی کو وہ ایسا سبق سکھائے گا جو وہ زندگی بھر نہ بھول سکے۔

''یہ سب کیا بدمعاشی ہے؟'' بل دیو کا پارا ایک دم چڑھ گیا۔ ''تو، تو باگھ کا چمڑا اتار سکتا ہے؟ ارے یہ تو وہی لنگڑا باگھ ہے جس کے مارنے پر 100 روپے کا انعام ہے۔ اچھا اچھا کوئی بات نہیں۔ بھینسوں نے اسے کہاں مارا؟ میں تیری لاپرواہی کے لیے تجھے معاف کر دوں گا اور انعام لے کر لوٹنے پر شاید ایک آدھ روپیہ بھی دے دوں۔''

یہ کہہ کر بل دیو اپنی فتوہی کی جیب میں ماچس ٹٹولتے ہوئے نیچے جھکا۔ ماچس جلا کر اس کا ارادہ شیر خاں کی مونچھیں جلا دینے کا تھا۔ ہمارے بہت سے شکاریوں کا ایسا یقین ہے کہ مونچھیں جلا دینے سے مردہ باگھ کی آسیبی روح انھیں تنگ نہیں کرے گی۔

''ہوں!'' موگلی باگھ کے اگلے پنجے سے کھال الگ کرتے ہوئے ایسے بولا جیسے اپنے آپ سے بات کر رہا ہو۔ ''تو تو انعام لینے کے لیے کھال کو قصائی باڑہ لے جائے گا اور اس سے ایک آدھ روپیہ شاید مجھے بھی دے گا۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ یہ کھال مجھے اپنے لیے چاہیے۔ اے بڈھے، اس سے آگ کو الگ ہٹا لو۔''

''اے، چھوکرے، تو گاؤں کے بڑے شکاری سے کیسے باتیں کر رہا ہے؟ یہ باگھ بھینسوں کی بیوقوفی اور تیرے نصیب سے مارا گیا ہے۔ یہ تو کہہ کہ اس کا پیٹ بھرا ہوا تھا، ورنہ اتنی دیر میں تو وہ یہاں سے بیسوں میل دور نکل گیا ہوتا۔ تو اس کا چمڑا تو نکال نہیں پا رہا ہے اور مجھ سے بل دیو سے تو کہتا ہے کہ میں اس کی مونچھیں بھی نہ جلاؤں۔ اب تو میں تجھے انعام میں سے ایک آنہ بھی نہیں دوں گا، اس کے بجائے اچھی طرح تیری پٹائی کروں گا۔ اے بھکاری کے بچے لاش کو چھوڑ کر الگ ہٹ جا۔'' ''مجھے خریدنے والے بیل کی قسم'' موگلی باگھ کے پٹھوں کی کھال الگ کرتا ہوا بولا۔ ''کیا میں ساری دوپہر تیری بندروں جیسی بکواس ہی سنتا رہوں گا۔ اے اکیلا یہاں آ کر دیکھ یہ آدمی مجھے

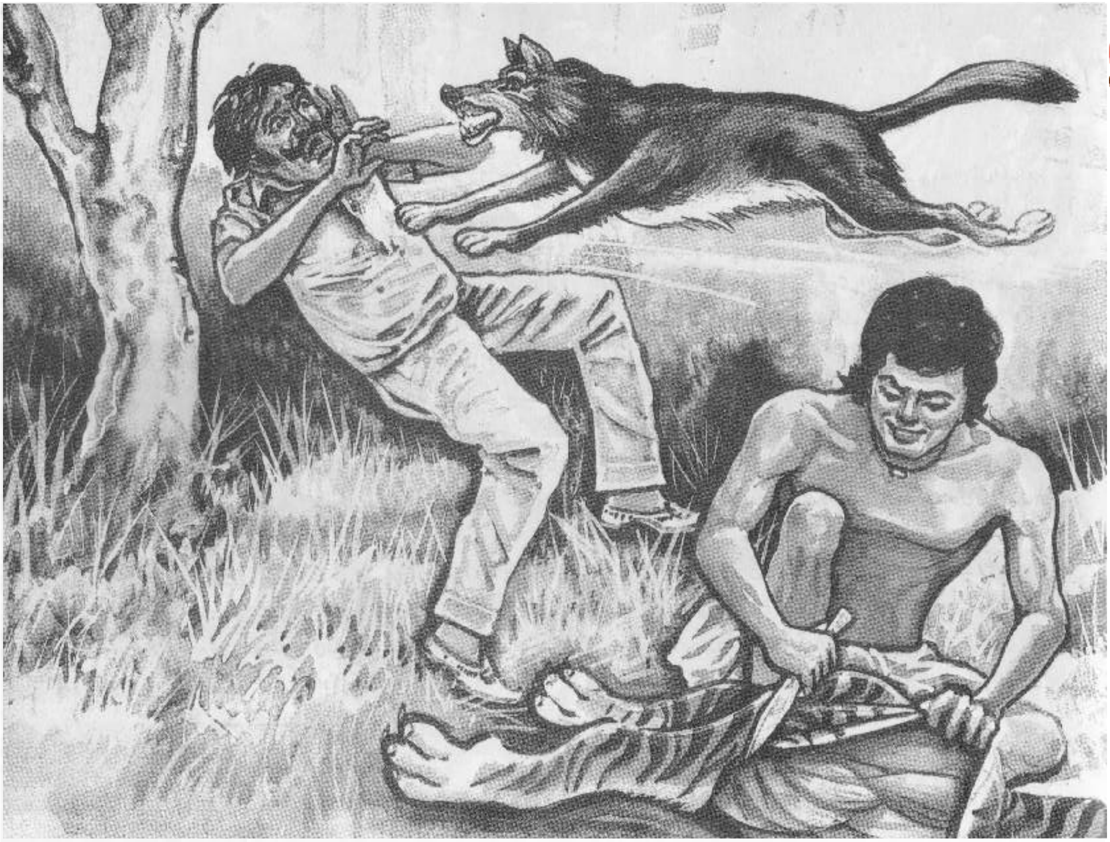

پریشان کر رہا ہے۔''

دوسرے ہی پہل شیر خاں کے اوپر جھک کر کھڑا ہوا بل دیو زمین پر چاروں شانے چت پڑا تھا اور اس کے سینے پر ایک دیو ہیکل بھورا بھیڑیا اپنے اگلے پنجے ٹیکے ہوئے کھڑا تھا۔ موگلی اپنے کام میں پوری بے فکری سے ایسا مصروف رہا جیسے وہ ایک دم بیابان میں ہے اور اس کے آس پاس کچھ ہو ہی نہیں رہا تھا۔

''ہاں!'' دانت بھینچے بھینچے اس نے کہا۔ ''تو بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ انعام میں سے ایک آنہ بھی مجھے نہیں دے گا۔ بل دیو، اب تو سمجھ لے کہ یہ باگھ اور میں ایک دوسرے کے بہت پرانے دشمن ہیں۔ ہماری لڑائی بہت پرانی ہے اور آج میری جیت ہوئی ہے۔''

بل دیو کو ڈرپوک کہنا اس کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ اگر اس میں دس برس پہلے جیسی طاقت ہوتی اور اکیلا سے جنگل میں اس کی مڈبھیڑ ہوتی تو وہ اس سے دو دو ہاتھ کرنے سے پیچھے ہٹنے والا آدمی نہیں تھا۔ لیکن اس نے سوچا کہ جو لڑکا آدم خور باگھوں سے ذاتی دشمنی رکھتا نبھاتا ہو وہ معمولی لڑکا نہیں ہوسکتا اور اس کے حکم پر کام کرنے والا یہ بھیڑیا بھی کوئی معمولی جانور نہیں ہوسکتا۔ ضرور یہ جادو ٹونا ہے اور یہ سوچ کر بل دیو نے اپنے گلے میں پڑے تعویذ کو ٹٹولا۔ اسے شبہ ہونے لگا کہ شاید تعویذ بھی اس خوفناک جادو سے اس کی حفاظت نہیں کر سکے گا۔ تھوڑی دیر تک وہ

بالکل چپ چاپ بغیر ہلے جلے پڑے پڑے اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ اب موگلی بھی جلدی ہی باگھ کا روپ اختیار کرنے والا ہے۔

''مہاراج! مہاراج! جی!'' آخر میں کسی طرح اس کے منھ سے گھگھیاتی ہوئی آواز نکلی۔ ''کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔'' موگلی نے گردن گھمائے بغیر اور دل ہی دل میں ہنستے ہوئے کہا۔

''مہاراج میں بوڑھا آدمی ہوں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ چرواہا لڑکے کے روپ میں غیر معمولی شخص ہیں۔ کیا میں اٹھ کر جا سکتا ہوں۔ کہیں آپ کا یہ اردلی اٹھنے کی کوشش کرنے پر مجھے پھاڑ تو نہیں ڈالے گا۔''

''جا اور خیال رکھنا آئندہ کبھی میرے کام میں ٹانگ مت اڑانا۔ اسے جانے دو 'اکیلا' بل دیو اٹھا اور سر پر پاؤں رکھ کر گاؤں کی سمت تیزی سے بھاگ نکلا۔ وہ بھاگتے بھاگتے خوف سے مڑ کر پیچھے بھی دیکھتا جاتا تھا کہ موگلی کہیں کوئی خوفناک روپ تو نہیں بدل رہا ہے۔ گاؤں پہنچ کر اس نے جادو ٹونے اور کرامت سے بھرے اس عجوبے حادثہ کا ایسا بڑھا چڑھا کر بیان کیا کہ اسے سن کر پجاری کے چہرے پر یکا یک سنجیدگی چھا گئی۔ اس کے چہرے پر فکر کی چھاپ نظر آنے لگی۔

ادھر موگلی بے نیازی سے اپنے کام میں جٹا رہا۔ لیکن بہت جلدی کرنے پر بھی کھال الگ کرتے کرتے اسے شام ہوگئی۔ اس نے کھال کو وہیں ایک جگہ چھپا کر رکھ دیا اور پھر 'اکیلا' کی مدد سے مویشیوں کو اکٹھا کر کے وہ گاؤں کی طرف چلا۔ شام کے شروع ہوتے اندھیرے میں اسے گاؤں کے پھاٹک پر بہت روشنی دکھائی دی اور ساتھ ہی مندر میں گھنٹے گھڑیال کی آواز بھی سنائی دی۔ پورا گاؤں ہی پھاٹک پر جمع ہوگیا تھا۔ ''میں نے شیر خاں کو مار ڈالا ہے، شاید اس کی خوشی میں میرا استقبال کرنے کے لیے ہی یہ لوگ میرا انتظار کر رہے ہیں۔'' موگلی نے سوچا۔

لیکن ابھی اس کے دل میں یہ بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک پتھر سن سے اس کے کان کے پاس سے نکل گیا۔ ساتھ ہی گاؤں والے چلائے ''ٹونے باز! جادوگر! بھیڑیے کے بچے! جنگلی راکشش! چلا جا۔ یہاں سے واپس چلا جا، ورنہ پنڈت جی تجھے پھر بھیڑیا بنا دیں گے چلاؤ، بل دیو، بندوق چلاؤ''

بل دیو کی پرانی بندوق سے ایک دھڑاکے کی آواز کے ساتھ گولی چھوٹی اور ساتھ ہی ایک جوان بیل درد سے کراہ اٹھا۔

گاؤں والوں کے اشتعال کی آگ میں جیسے گھی پڑ گیا اور بڑا ٹونا اور جادو! ارے باپ رے! وہ تو گولی کا رخ ہی موڑ دیتا ہے۔ بل دیو، گولی جس بیل کو لگی ہے وہ بیل تو شاید تیرا ہی بیل ہے۔''

''آخر یہ سب کیا ہے؟'' کچھ سمجھ نہ پانے کے سبب موگلی بھونچکا ہو کر بولا۔ اس کے آس پاس سے پتھروں کی بوچھار سنسناتی ہوئی گزر رہی تھی۔

''تیرے انسان بھائیوں کا یہ گروہ، بھیڑیا گروہ سے بہت مختلف نہیں ہے۔ اکیلا وہیں زمین پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''میرا دل کہتا ہے کہ اگر گولیوں کا کچھ بھی اثر ہوتا ہے تو آج یہ لوگ تیرا صفایا کر کے رہیں گے۔''

''بھیڑیے بھیڑیے کے بچے! یہاں سے چلا جا۔'' پجاری جی متبرک تلسی کی ٹہنی ہلاتے ہوئے اور منتر پڑھتے

ہوئے چلائے۔''

''پھر وہی؟ پچھلی بار تو اس لیے کہ میں آدمی تھا اور اس بار اس لیے کہ میں بھیڑیا ہوں۔ چلو چلیں، اکیلا موگلی نے رنجیدہ ہو کر کہا۔

تبھی ایک عورت، یہ مسوا تھی پاگلوں کی طرح بھاگتی ہوئی مویشیوں کا جھنڈ پار کر موگلی تک پہنچی۔ وہ چیختی جا رہی تھی اور ہاتھ کے اشارے سے موگلی کو رکنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ اے میرے بیٹے! میرے بچے! یہ سب تجھے ٹونیا اور جادوگر بتاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تو جانوروں کا روپ اختیار کر سکتا ہے۔ یہ سب جھوٹے ہیں۔ میں ان کی بات نہیں مانتی۔ بل دیو کہتا ہے کہ تو جادوگر ہے۔ میں جانتی ہوں کہ تو جادوگر نہیں ہے، میرا بیٹا ہے۔ لیکن تو چلا جا، چلا جا، نہیں تو یہ سب تجھے مار ڈالیں گے۔''

''واپس آ جا مسوا! واپس آ جا''۔ بھیڑ چلائی۔ ''واپس آ، نہیں تو ہم تجھے بھی پتھروں سے مار ڈالیں گے۔''

اسی وقت موگلی کے منہ پر ایک پتھر کا ٹکڑا آ کر لگا اور ایک جگہ سے خون بہنے لگا۔ موگلی کے منہ پر ایک دہشت ناک مسکراہٹ پھیل گئی۔

''واپس لوٹ جا، ماں، واپس لوٹ جا۔ میرے جادوگر ہونے کی بات بکواس ہے۔ وہ سب چوپال میں درخت کے نیچے بیٹھ کر حقہ پیتے ہوئے رات کو جیسی بیوقوفی کی باتیں کرتے ہیں ویسی ہی یہ بات بھی ہے۔ تو اتنا سمجھ لے کہ میں نے کم سے کم تیرے لڑکے کی موت کا بدلہ چکا دیا ہے۔ اچھا، تو اب جا۔ ذرا تیزی سے جا، کیونکہ اب میں

اپنے مویشی ان لوگوں پر اتنے ہی زوروں سے دوڑانے جارہا ہوں جتنے زوروں سے ان کے پتھر میرے اوپر آرہے ہیں۔ ماں یقین رکھنا کہ میں کوئی جادوگر نہیں ہوں۔ اچھا الوداع۔''

اس کے بعد وہ 'اکیلا' کی طرف مڑا۔''ہاں ایک بار ذرا اور 'اکیلا'۔ وہ چلایا''مویشیوں کو اندر کھدیڑو!''

مویشیوں کا جھنڈ یوں بھی اپنے باڑوں میں پہنچنے کو بے چین ہورہا تھا۔ اکیلا کے للکار کی خاص ضرورت نہیں تھی۔ اس کے منھ سے خون سرد کردینے والی بھیڑیوں کی بھیانک آواز نکلی نہیں کہ مویشی طوفانی تیزی سے اندھا دھند پھاٹک کے اندر بھاگے۔ اس دھاوے میں پھنس کر بھیڑ ادھر ادھر منتشر ہوگئی۔ لوگ اینٹ پتھر پھینکنا بھول گئے اور جان بچا کر بھاگے۔

''گنتے جاؤ'' موگلی نفرت سے چیخا۔''ہوسکتا ہے کہ میں نے تمھارا ایک آدھ بیل چرالیا ہو۔ خوب ٹھیک سے گن لو، کیونکہ اب میں مستقبل میں تمھاری چرواہا گری نہیں کروں گا۔ آخری وداع، اے آدمی کی اولاد! لیکن ایک بات سمجھ لو۔ اگر اس وقت اپنے بھیڑیوں کو ساتھ لے کر گاؤں کی سڑکوں پر تمھیں کھدیڑ کر نہیں مار رہا ہوں تو اس کا سہرہ مسوا کے سر ہے۔ اس لیے تمھیں اس کا احسان مند ہونا چاہیے۔''

وہ ایک دم مڑا اور 'اکیلا' کے ساتھ گاؤں سے دور چل پڑا۔ اور آسمان میں بکھرے موتیوں جیسے تارے دیکھ کر یکایک اس کا دل بے حد انبساط سے بھر اٹھا۔

اب مجھے کبھی کٹھرے میں نہیں سونا پڑے گا، اکیلا! چل، ہم لوگ شیر خاں کی کھال اٹھالیں۔ پھر ہم یہاں کبھی واپس لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ نہیں، ہم لوگ گاؤں والوں کو پریشان نہیں کریں گے۔ مسوا نے ہمیشہ مجھے پیار کیا اور ممتا دی ہے۔ مجھے بڑے پیار سے رکھا۔ اب اس کی خاطر ہم گاؤں والوں کو معاف کردیں گے۔''

پورنیما کا پورا چاند میدان کے سرے پر اوپر اٹھ آیا اور چاروں طرف ہر چیز دودھیا نظر آنے لگی۔ گاؤں والوں نے خوف زدہ ہوکر ایک انوکھا منظر دیکھا۔ انھوں نے دیکھا کہ موگلی سر پر کوئی گٹھری رکھے میدان پار کررہا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے دو بھیڑیے چلے جارہے ہیں۔ موگلی اس وقت سدھی ہوئی اس بھیڑیا چال سے جارہا تھا جو آگ کی طرح میل در میل نکلتی چلی جاتی ہے۔ گاؤں سے دور جاتا ہوا موگلی، جب ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا تب انھوں نے مندر میں گھنٹے بجائے اور بہت زور زور سے ناقوس بجائی۔ گاؤں بھر میں مسوا ہی ایک جان تھی جو اکیلی بیٹھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کے کندھے سسکیوں سے ہل رہے تھے اور بیچ بیچ میں نکل پڑنے والی اس کی آہ گھنٹوں کی تیز آواز میں کھوگئی۔

ادھر بل دیو اپنے سامعین کو جنگل کے اپنے انوکھے تجربے سنا رہا تھا۔ وہ بتا رہا تھا کہ کس طرح اس نے موگلی کو بھیڑیوں سے بات کرتے ہوئے سنا اور کس طرح 'اکیلا' نامی بھیڑیا اپنے دونوں پچھلے پیروں پر کھڑا ہوکر آدمیوں کی زبان میں بول رہا تھا۔ لوگ حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہوئے اس کی باتیں سن رہے تھے۔

■

ماخذ: جنگل کی کہانی: رمیش نارائن تیواری، **مترجمہ**: زینت شہریار،
دوسری اشاعت: 2022
ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

سید شہاب الدین دسنوی

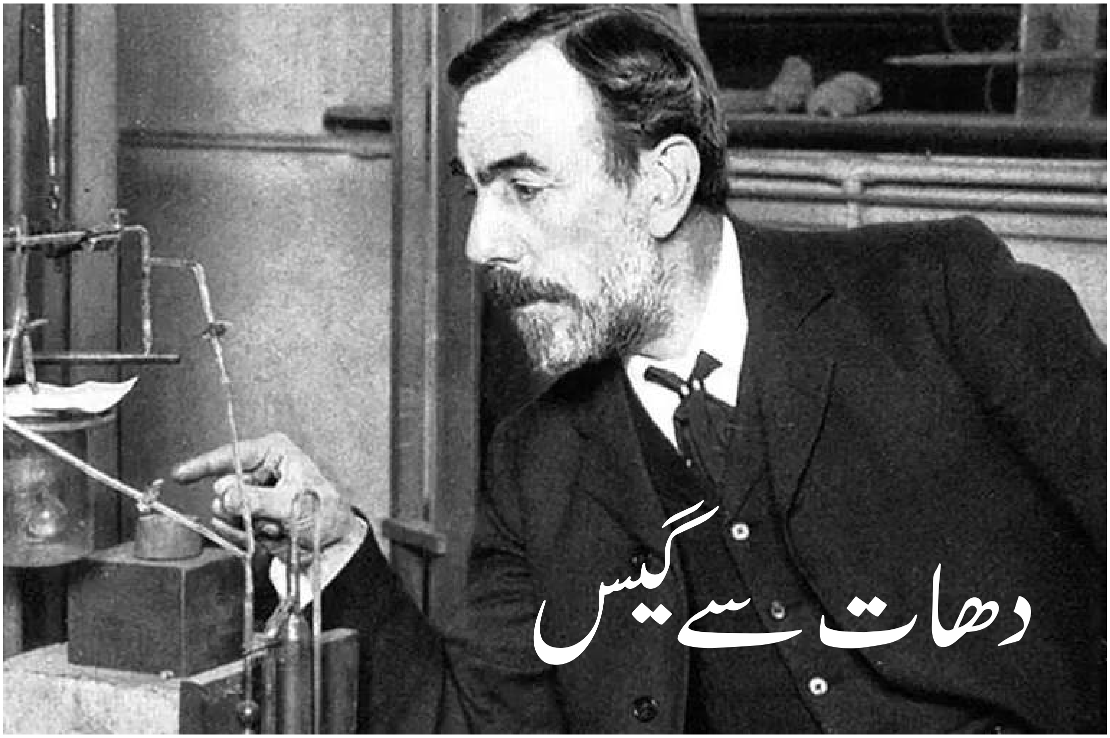

دھات سے گیس

ایک روز رائل سوسائٹی میں آرگن کے تجربوں کے بارے میں لیکچر دینے کے بعد ریمزے کو ایک خط موصول ہوا۔ یہ خط ارضیات کے ماہر ہنری مائرس کا تھا۔ مائرس لیکچر میں حاضر تو نہ تھا لیکن اسے ریمزے کے تجربوں کے بارے میں معلوم تھا کہ ریمزے کی آرگن کا مرکب بن جانے کی کوشش ناکام ہوئی ہے۔ ہنری نے اپنے خط میں لکھا: مجھے نہیں معلوم آپ نے کبھی آرگن کو یورنیم کے ساتھ ملانے کی کوشش بھی کی ہے۔ اگر نہ کی ہو تو میرا مشورہ ہے کہ آپ اسے آزمائیں۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ پندرہ سال ہوئے کہ ایک امریکن ماہر ارضیات نے معدنی یورنیم کو گندھک کے تیزاب کے ساتھ گرم کیا تو اسے بہت سی گیس حاصل ہوئی جو نائٹروجن تھی۔ ہوسکتا ہے کہ اس نائٹروجن کے ساتھ آرگن بھی شامل رہی ہو۔ بڑی مشکل سے ریمزے نے 60 گرام معدنی یورنیم حاصل کیا۔ جیسے ہی یہ شے لیبارٹری میں آئی اسے گندھک کے تیزاب میں ڈال دیا گیا اور اس سے جو گیس نکلی اسے بوتلوں میں بند کردیا گیا۔ جب دوسرے تجربوں سے تھوڑی فرصت ملی تو ریمزے نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ سربہ مہر بوتلوں میں جو چیز بند ہے وہ نائٹروجن ہے بھی یا نہیں۔ چنانچہ اس کے مددگار نے حسب معمول اس گیس کو گرم کیے ہوئے میگنیشیم دھات پر سے گزارا۔ نائٹروجن گیس کو گرم میگنیشیم جذب کرلیتا ہے۔ لیکن یہاں تو دیکھنے میں یہ آیا کہ ساری کی ساری گیس بغیر جذب ہوئے باہر نکل آئی۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہنری مائرس نے امریکن ماہر ارضیات کی جو بات لکھی تھی وہ غلط تھی۔ اس کا ثبوت یہ بھی تھا کہ ریمزے

نے جب اس گیس کو رنگ پیما Spectromeur پر آزمایا تو اس میں کچھ اور دکھائی دیا۔ پھر اس نے ایک ٹیوب میں خالص آرگن گیس اور دوسرے ٹیوب میں نئی گیس لے کر ان دونوں کو رنگ پٹی پر آزمایا تو دونوں کی رنگ پٹیاں ایک دوسرے سے کافی ملتی جلتی نظر آئیں۔ کئی آڑی لکیریں جو آرگن کی تھیں وہی اس نئی گیس کی رنگ پٹی میں ٹھیک انہی جگہوں پر دکھائی دے رہی تھیں، البتہ ایک تیز زرد رنگ کی لکیر بھی تھی جیسی کہ سوڈیم سے حاصل ہوتی ہے۔ اسی قسم کی ایک ہلکے زرد رنگ کی لکیر آرگن میں دکھائی دیتی تھی۔ ریمزے کو پہلے یہ خیال گزرا کہ یہ دونوں سوڈیم ہی کی وجہ سے دکھائی دے رہی ہیں، کیونکہ سوڈیم ایسا عنصر ہے جو بیشمار حالتوں میں پایا جاتا ہے، مگر ایک بات البتہ قابل غور تھی کہ آرگن اور زیر تجربہ نئی گیس کی زرد لکیروں کی جگہیں ایک نہیں تھی۔ ریمزے نے اپنے رنگ پیما Spectrometre کو اِدھر اُدھر اس طرح گھمایا کہ دونوں آڑی لکیریں ایک دوسرے پر بیٹھ جائیں لیکن یہ لکیریں پھر بھی ایک دوسرے سے جدا رہیں گو وہ ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں۔ کیا رنگ پیما میں کوئی خرابی ہے؟ ریمزے سوچنے لگا شیشوں کو صاف کیا، مگر نتیجہ وہی رہا۔ دونوں گیسوں کی سوڈیم کی زرد لکیریں ایک دوسرے سے جدا رہیں۔

یہ کیا مصیبت ہے! بنسن اور کرشوف کے زمانے سے سائنس داں جانتے تھے کہ رنگ پٹی میں سوڈیم کی لکیر ہوتی ہے اور اس کی معین جگہ کیا ہے۔ اگر سوڈیم کے لاکھوں نمونے دنیا کے ہر حصے سے جمع کیے جائیں اور ان کی رنگ پٹی دیکھی جائے تو ان سب میں ایک ہی مقررہ جگہ پر اس کی مخصوص لکیر دکھائی دے گی۔ پھر آج یہ فرق کیوں دکھائی دے رہا ہے؟ لندن یونیورسٹی کا رنگ پیما الگ قسم کا تو تھا نہیں؟

یکا یک ریمزے کے دماغ میں یہ خیال آیا: ممکن ہے کہ زیر تجربہ نئی گیس میں کوئی اور نامعلوم شے چھپی ہوئی ہے؟ اس کا نام کرپٹون Krypton رکھا جائے۔ یہ یونانی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے 'پوشیدہ' یا 'چھپا ہوا' خیال آتے ہی ریمزے اسے صحیح یا غلط ثابت کرنے کی دھن میں لگ گیا۔ تاریک کمرے میں اس نے گھنٹوں گزارے۔ بار بار معدنی یورینیم کی رنگ پٹی کا مطالعہ کرتا اور آرگن کی رنگ پٹی سے اس کا مقابلہ کرتا، مگر اس کی تسلی نہ ہوتی۔ تب اس نے ساری تفصیل اپنے دوست کروکس کو لکھ بھیجی جو طبعیات کا ماہر تھا اور جس کے پاس نہایت اعلیٰ قسم کے رنگ پیما تھے۔ اس نے کروکس کو کرپٹون گیس ایک ٹیوب میں سر بہ مہر کر کے بھیجا اور اس کی رنگ پٹی کا مطالعہ کرنے کو لکھا۔ یہ بات 22 نومبر 1895 کی ہے۔

دوسرے دن ریمزے کو لیباریٹری میں ایک تار ملا، جسے اس نے اندھیرے کمرے کی مدھم روشنی میں پڑھا کر پٹون گیس ہیلی یم ہے۔ آ کر خود دیکھ لو۔ کروکس ریمزے فوراً کروکس کی لیبریٹری پہنچا اور اس نے دیکھا کہ واقعی نئی گیس کی سوڈیم والی لکیر ہیلی یم گیس کی لکیر سے بالکل مطابقت رکھتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو ہیلی یم گیس پہلے صرف سورج پر مانی جاتی تھی، اب اس کا وجود زمین پر بھی ثابت ہوگیا اور اب دنیا میں بسنے والے سائنس داں اس قابل ہوگئے کہ وہ سورج پر پائی جانے والی گیس کی خاصیتیں

معلوم کرسکیں۔

بعد کے تجربوں نے ثابت کیا کہ ہیلی یم بھی انھی ان مل عناصر میں سے ایک ہے جو آرگن کی طرح کسی دوسرے عنصر کے ساتھ مل کر کوئی مرکب نہیں بناتے۔ ہیلی یم گیس کی ایک دلچسپ خاصیت یہ معلوم ہوئی کہ ہائیڈروجن کے بعد یہ سب سے ہلکی چیز ہے۔ جو دنیا میں پائی جاتی ہے۔ مگر ہیلی یم کی دریافت پر ہی بات ختم نہیں ہوئی۔ ریمزے نے اعلان کیا ابھی ہم نے سب کچھ دریافت نہیں کیا ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہیلی یم اور آرگن جیسے کچھ اور عناصر بھی موجود ہیں جن کا علم ہمیں اب تک نہیں ہوا ہے۔ ان کو جان لینے کے بعد کچھ عنصروں کا ایک نیا گروپ یا خاندان بن جائے گا۔ اس یقین کے ساتھ ریمزے اور اس کے ساتھی ایک بار پھر نئے عنصروں کی تلاش میں لگ گئے جنھیں اس نئے خاندان کے افراد کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ انھوں نے کوئی ڈیڑھ سو کمیاب معدنیات اور مختلف قسم کے قدرتی آبشاروں کے پانی کا مطالعہ کیا، آسمان سے ٹوٹے ہوئے تاروں (شہاب ثاقب) سے گرنے والے پتھروں پر تجربے کیے تا کہ مطلوبہ عنصروں کی نشاندہی ہو سکے۔ پھر جستجو، تحقیق اور تلاش کے بعد ریمزے کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور نئے عنصروں کا سراغ ملا اور وہ بھی کہاں سے؟ وہی معمولی ہوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔

ریمزے کے تجربوں نے بتایا کہ ہوا میں، معمولی ہوا میں جو ہمارے چاروں طرف چھائی ہوئی ہے، آرگن کے علاوہ تین عنصر اور بھی ہیں۔ ان کا نام اس نے رکھا: نیون، کرپٹون اور زینون ہیلی یم کی موجودگی کا تو اسے پہلے ہی پتہ چل چکا تھا اور اب گویا ان نئے دریافت شدہ پانچ عنصروں کا ایک خاندان ہو گیا جو گیسوں کی شکل میں ہوا

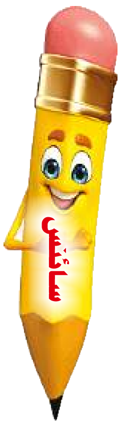

میں موجود ہے۔ ان کی مقدار اتنی قلیل ہوتی ہے کہ ریمزے جیسا تحقیقی ہوشیار سائنس داں بھی اپنی ساری باریک بینی کے باوجود ان کو آرگن کے ساتھ ساتھ ایک ہی وقت میں دریافت نہ کرسکا تھا۔ اس کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ ہم جب سانس لیتے ہیں تو تقریباً پانچ مکعب سینٹی میٹر 5.00 ہوا ناک میں داخل ہوتی ہے۔ گویا نصف چمچے میں 1/500 حصہ نیون، 1/200 واں حصہ ہیلی یم، 1/10 000 واں حصہ کرپٹون، اور 1/100 واں حصہ زینون کا ہوگا۔ جو لوگ اب تک یہ سمجھتے رہے ہیں کہ ہوا میں صرف آکسیجن اور نائٹروجن گیسیں ہوتی ہیں وہ شاید یہ جان کر گھبرائیں گے کہ سانس لیتے وقت ان دو گیسوں کے علاوہ اور بھی کئی گیسیں پھیپھڑے میں داخل ہوتی رہتی ہیں، نہ جانے یہ کیا نقصان پہنچاتی ہوں گی؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ گیسیں بالکل بے ضرر ہیں، اس لیے کہ یہ کسی دوسری شے سے مل کر مرکب بناتی ہی نہیں اور جیسے اندر جاتی ہیں ویسے ہی نکل آتی ہیں۔

ان نئی گیسوں کی دریافت کے فوراً بعد اس پر غور ہونے لگا کہ کیا ان کا کوئی مصرف بھی ہوسکتا ہے؟ جیسے جیسے تحقیق بڑھتی گئی نئے نئے استعمال سمجھ میں آنے لگے۔ بجلی کے بلب میں آرگن گیس بھری جانے لگی تا کہ بلب کے اندر دہکتے ہوئے تار جلنے نہ پائیں اور دیر تک ان سے روشنی ملتی رہے۔ اس کام کے لیے کرپٹون اور زینون زیادہ مفید ثابت ہوئیں۔ ان سے بھرے ہوئے بلب کبھی خراب ہی نہیں ہوتے۔ نیون گیس کا دوسرا مصرف نکالا گیا۔ اگر کانچ کی نلی میں نیون گیس بھر کر اس میں سے بجلی گزاری جائے تو نہایت خوش نما سرخ رنگ کی روشنی حاصل ہوئی ہے۔ دوکانوں کے نام اور اشتہار بازی کے لیے یہ روشنی شہروں میں بہت استعمال ہوتی ہے۔ کانچ کی نلی سے اشتہار یا نام کے حرف بنا لیے جاتے ہیں اور ان میں نیون گیس بھر کر بجلی گزاری جاتی ہے۔ وہ حروف سرخ رنگ میں چمکنے لگتے ہیں۔

ہیلی یم کا مصرف غباروں میں ہونے لگا۔ اب تو ہوائی جہاز سے سفر عام ہوگیا ہے، لیکن جب تک یہ نہیں ہوا تھا لوگ زیپلن میں سفر کرنے کے طریقوں پر غور کررہے تھے۔ یہ سگار کی شکل کا ایک فضائی جہاز تھا جس میں ہائیڈروجن گیس بھری جاتی تھی۔ ہائیڈروجن سب سے ہلکی گیس ہے۔ اس ہلکے پن کی وجہ سے جہاز ہوا میں اوپر اٹھتا اور پھر فضا میں تیرتا چلا جاتا۔ زیلپن دراصل ایک شخص تھا، جس کے نام سے یہ جہاز موسوم ہوگیا تھا۔ اس قسم کے جہازوں میں سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ ہائیڈروجن جل اٹھنے والی گیس ہے اور اک چنگاری بھی جہاز کو جلا کر خاک کردینے کے لیے کافی ہے۔ ہیلی یم ہائیڈروجن سے ذرا بھاری ہے، پھر بھی بہت ہلکی گیس ہے، اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جلنے جلانے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب فضائی جہاز کا تو خیر رواج نہیں رہا مگر غباروں میں اب بھی اسی گیس کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ ہلکی بھی ہے اور محفوظ بھی۔

■

ماخذ: کیمیا کی کہانی، **مصنف:** سید شہاب الدین دسنوی، **پانچویں طباعت:** 2022، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

غذائیت سے بھرپور: پپیتا

محمد خلیل

پپیتا عام طور پر گرم ملکوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ کیئریکا نامی پودے کا میٹھا پھل ہے، لیکن اس کی مٹھاس خود ہضم ہونے والی ہے۔ اس طرح یہ بنیادی طور پر ایک مفید غذا ہے۔ یہ خاص کر امریکہ کے علاقوں کا پھل ہے، لیکن بڑے پیمانے پر اس کی فصل میکسیکو میں ہوتی ہے۔ تجارتی سطح پر فلپینس، امریکہ، ہوائی، افریقہ، لنکا، ملیشیا، اور آسٹریلیا میں اس کی فصل اگائی جاتی ہے۔ پپیتے میں 90 فیصد پانی، 72 فیصد کاربوہائیڈریٹ، نمک کے علاوہ چونا، فاسفورس، لوہا اور وٹامن (حیاتین) سی کثیر مقدار میں پایا جاتا ہے۔ صحت کے نقطۂ نظر سے یہ بہت مفید ہے۔ یہ بہت جلدی ہضم ہوجاتا ہے اور جسم میں موجود مادوں کو بھی ہضم کر دیتا ہے۔ یہ پھل چھوٹے بچوں کی نشو و نما، حاملہ خواتین اور بچوں کو دودھ پلانے والی خواتین کو توانائی فراہم کرنے والا ایک عمدہ پھل ہے۔ اس کے بارے میں ایک دلچسپ بات کہی جاتی ہے کہ جتنا اس کا وزن ہے اس کے مقابلے میں دو سو گنا زیادہ وزن ہضم کرسکتا ہے۔ آنتوں میں خاص حیاتین کی ضرورت کو یہ پورا کرتا ہے اور گیس آور، قبض، بار بار حاجت کی شکایت کو دور کرنے میں فوری طور پر کارگر ثابت ہوتا ہے۔ پیچش، بواسیر اور اسی طرح کی پرانی بیماریوں، جلدی امراض، خواتین کی ذاتی بیماریاں، گلے کی بیماریاں، آنتوں کا بڑھ جانا وغیرہ بیماریوں میں یہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا ہاضمہ کمزور ہے ان کے لیے اس کا استعمال نہایت مفید ہے۔ یہ جراثیم کش پھل ہے۔ پپیتا گوشت کے سخت ریشوں کو اور بیماری کے جراثیم کو گلا ڈالنے میں بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔ ہر طرح کی بیماریوں کی خاص وجہ جسمانی ریشوں کا سخت ہونا ہے اور وقت سے قبل بڑھاپا آنے کی وجہ بھی یہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پپیتے کا نچوڑ عرق جسمانی گوشت کے ریشوں اور مہین جسمانی سوراخوں میں داخل ہوجاتا ہے اور یہ پھل سورج کی شعاعوں کا

خزانہ بھی ہے۔اس کے استعمال سے پرانی ٹی بی کی بیماری رک جاتی ہے۔گھٹنوں اورٹخنوں کی سوجن اس کے استعمال سے کم ہوتی ہے اورگھٹیا کے درد میں اس سے افاقہ ہوتا ہے۔کمزور جسمانی اعضا اپنی عام حالت میں آجاتے ہیں۔اکثر کھانے کے بعدلوگ پیٹ میں درد کی شکایت کا ذکر کرتے ہیں لیکن ایک ہفتہ اس کے استعمال سے فوری فائدہ ہوتا ہے اور درد ہمیشہ کے لیے جاتا رہتا ہے۔ایسے کئی فائدوں کا ذکر قدیمی کتابوں میں موجود ہے۔

پپیتے میں ’پپین‘ نامی انزائم موجود ہوتا ہے جو گوشت کے ریشوں کوتوڑنے میں مددگار ہے۔ پپیتے کی سلاد،چٹنی اورجیم بھی تیار کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں آم اور پپیتے کا جیم نہایت لذیذ ہوتا ہے۔ایسٹ انڈیز میں پپیتے کی چھوٹی پتیوں سے ساگ بناتے ہیں۔افریقہ میں اس پھل کی ملائم ٹہنیوں سے سبزی تیار کرتے ہیں۔ پپیتے کے اندر کالے بیج ہوتے ہیں،اس میں کارپین نامی مادہ ہوتا ہے۔اگر یہ زیادہ مقدار میں کھایا جائے تو جسمانی نبض کی رفتار ہلکی ہوجاتی ہے اور سانس لینے میں اس سے منفی اثرات پیدا ہوتے ہیں۔ پپیتے کی جلد میں جسمانی جلد کو فائدہ پہنچانے کی خصوصیات پائی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ صنعتوں میں اس کا استعمال صابن،لوشن اور جلد کا رنگ صاف کرنے والی کچھ کریموں میں کیا جاتا ہے۔ اس پھل کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں چربی اور کولیسٹرال نہیں ہوتا،سوڈیم کی مقدار کم ہوتی ہے۔

پپیتا خریدتے وقت ایسا پپیتا لینا چاہیے جس کا چھلکا زیادہ پیلا ہواور کہیں کہیں پر ہرا ہو،گھر لاکر اسے پکنے دیں۔ اچھی طرح پکنے کے بعداس کا چھلکا پوری طرح پیلا ہوجاتا ہے۔اسے ریفریجریٹر میں رکھنے سے اس کے پکنے کا عمل کم ہوجاتا ہے۔کمرے کے درجۂ حرارت میں پپیتے کو پکنے کے لیے کاغذ میں لپیٹ کر رکھیں۔ اس کے فائدے کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ پپیتا ہمارے لیے غذا کی شکل میں دوا بھی ہے۔ماہرین کا کہنا ہے کہ اس کا استعمال پابندی سے کرنے سے زیادہ فائدے حاصل ہوتے ہیں،لیکن حاملہ خواتین کو اس کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

■

Mohammad Khalil
H - 51, Dr. Iqbal Lane
Batla House , Jamia Nagar
New Delhi -25

واقفیت عامہ

تاریخی، سائنسی اور ثقافتی معلومات

معلوماتِ عامہ بچوں کے کیریئر اور مستقبل سازی کے لیے بہت ضروری ہے۔ جنرل نالج پوری دنیا سے جوڑنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ اسی کے ذریعے مسابقہ جاتی امتحانات میں کامیابی کے دروازے کھلتے ہیں، اس لیے بچے اگر ابھی سے تاریخ، ادب وثقافت، سماج اور سائنس کے موضوعات اور معلومات پر اپنی توجہ مرکوز کریں تو مستقبل میں ان کے لیے راہیں آسان ہو جائیں گی۔

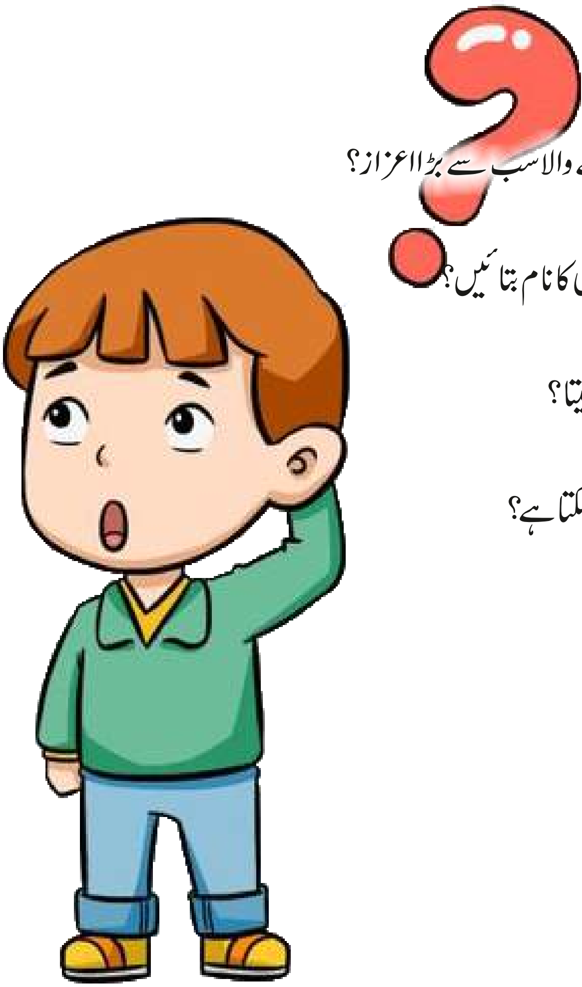

1. دنیا کا سب سے بڑا ہوائی اڈا کہاں ہے؟
2. کولکاتا کس ندی کے کنارے واقع ہے؟
3. کھیل کے میدان میں ہندوستان میں دیا جانے والا سب سے بڑا اعزاز؟
4. یوم اساتذہ کب منایا جاتا ہے؟
5. ہندوستان کی سب سے لمبی دوری کی ریل گاڑی کا نام بتائیں؟
6. ساہتیہ اکادمی کا قیام کب عمل میں آیا؟
7. ہندوستان کی پہلی خاتون جس نے نوبل انعام جیتا؟
8. وہ کون سا ملک ہے جہاں کوئی دریا نہیں ہے؟
9. وہ کون سا پرندہ ہے جو الٹا پیچھے کی طرف بھی اڑ سکتا ہے؟
10. شہد کی مکھی کی کتنی آنکھیں ہوتی ہیں؟
11. وہ کون سا شہر ہے جو زیرِ زمین آباد ہے؟
12. بال پین کس نے اور کب ایجاد کیا؟
13. بندر کے کتنے دماغ ہوتے ہیں؟
14. گلستاں اور بوستاں کس کی تصنیف ہے؟
15. گول گھر کہاں ہے؟
16. بھارت ناٹیم کس ریاست کا کلاسیکی رقص ہے؟
17. 'نیتا جی' کس کا لقب ہے؟
18. اس آلہ کا کیا نام ہے جس سے دل کی حرکت معلوم کی جاتی ہے؟
19. ہندوستان کا پہلا سٹیلائٹ کس سال لانچ کیا گیا؟
20. رقبہ کے اعتبار سے دنیا کا سب سے بڑا ملک کون ہے؟

(جواب صفحہ نمبر 42 پر ملاحظہ فرمائیں)

سید شعیب الحق

پاکیزہ روشنی

1 زیادہ خوش حالی اور زیادہ بدحالی دونوں برائی کی طرف لے جاتی ہیں۔

2 اچھی بات چاہے کوئی بھی کہے غور سے سنو۔

3 آسمان کی زینت ستاروں میں ہے اور زمین کی زینت تعلیم یافتہ انسان میں ہے۔

4 خدا تعالیٰ تمھارے چہروں، تمھارے خاندانوں اور تمھارے حسب ونسب کو نہیں بلکہ تمھارے اعمال کو اور تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

5 جس نے قرآن کریم سمجھا اس کے ہاتھ میں سارے علوم کی کنجی ہے۔

6 جو شخص اپنی قدر خود نہیں کرتا وہ دوسرے کی قدر کیا کرے گا اور دوسرا اس کی قدر کیا کرے گا۔

7 جو شخص اپنے والدین کو نہیں پہچانتا وہ دوسروں کو کیا پہچانے گا۔

8 جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر کیا رحم کیا جائے گا۔

9 جو شخص اپنے نفس کا معلم نہیں ہوسکتا وہ دوسروں کا کس طرح ہوگا۔

10 کسی کی خوبیاں بیان کرنے میں اپنا وقت ضائع مت کرو بلکہ اس کی خوبیاں اپنانے کی کوشش کرو۔

11 اپنے ضمیر کو زندہ رکھ خواہ تجھے کئی بار موت کی راہ سے گزرنا پڑے۔

12 عقل مند سوچ کر بولتا ہے اور بے وقوف بول کر سوچتا ہے۔

■

Syed Shoibul Haque
Maktaba Nematul Islam
Nemat Pur, Bisunathpur
Mahasingh
Post: Bahugram -754200
Mob.: 9262333148

اناث الدین عتیق الدین پٹیل

دو دوستوں کی کہانی

راج اور راجو نام کے دو دوست تھے۔ ان کے گاؤں میں ایک اسکول تھا۔ دونوں ایک ہی کلاس میں پڑھتے تھے۔ راج راجو سے بہت حسد کرتا تھا۔ وہ کبھی اس کا قلم تو کبھی اس کی پنسل چرا لیتا تھا۔ اسی طرح دونوں بڑے ہوگئے، دونوں کو پاس کے ایک گاؤں میں کپڑے کی دکان مل گئی۔ راج یہ بات جانتا تھا کہ دکان کا مالک دیر سے آنے والے نوکر کو گالی دیتا ہے۔ اگلے دن راج نے راجو کی سائیکل کی ہوا نکال دی۔ راجو نے دیکھا کہ کسی نے اس کی سائیکل کی ہوا نکال دی ہے تو اس نے راج سے کہا ''یار تم مجھے اس سائیکل پر بیٹھا لو۔ تم تو جانتے ہو کہ کسی نے میری سائیکل کی ہوا نکال دی ہے۔ راج نے کہا کہ نہیں مجھے ڈبل سیٹ نہیں آتی راجو نے کہا۔ کوئی بات نہیں میں چلاتا ہوں تم پیچھے بیٹھو۔ راج نے کہا نہیں مجھے ڈر لگتا ہے۔ یہ سن کر راجو سوچ میں پڑ گیا۔ اتنے میں راج سائیکل چلاتے ہوئے آگے بڑھا۔ راجو بھی بے چارہ راج کی سائیکل کے پیچھے دوڑ رہا تھا تاکہ اسے دکان کے مالک کی گالی نہیں سننی پڑے۔ اتنے میں راجو کے پیچھے ایک کار آئی، کار والے نے اسے اندر آنے کو کہا، راجو اندر آ گیا۔ تبھی کار راج کے سائیکل کے پاس سے گزری۔ راج یہ دیکھ کر حیران ہوگیا کہ کار کے اندر راجو بیٹھا ہے۔ راج نے سر پکڑ لیا۔ تبھی کار والا آدمی بے ہوش ہوگیا۔ کار راستے سے ہٹنے لگی تبھی راجو کار والے آدمی کو اسپتال لے گیا۔ ڈاکٹر نے علاج کرنے کے بعد اس آدمی سے بولا اچھا ہوا کہ تم کو وقت پر پہنچا دیا گیا ورنہ تم مرجاتے، اس آدمی نے راجو کو کافی رقم دی جس کی وجہ سے راجو نے وڑا پاؤ کا ٹھیلا لگا لیا۔

راج نے بھی راجو کے قریب اپنا وڑا پاؤ کا ٹھیلا لگا لیا۔ یہ دیکھ کر راجو نے کہا ''یار تم اپنا وڑا پاؤ کا ٹھیلا کسی دوسری جگہ لگا لو۔ اس طرح تو ہم دونوں کا نقصان ہوگا۔ راج نے کہا تم کون ہوتے ہو کہنے والے۔ میری مرضی میں کدھر بھی لگاؤں۔ تم اپنا دیکھو۔ ایک دن راج کو ایک ترکیب سوجھی۔ راجو کی دکان کے ایک نوکر کو کچھ رقم دی اور بولا اگر کوئی گاہک آئے تو اس وڑا پاؤں میں یہ مسالہ ملا دینا، جس کی وجہ سے راجو کا وڑا پاؤ خراب ہوجائے، اگلے دن راجو کی دکان پر ایک گاہک آیا تبھی اس نوکر نے وہ مسالہ وڑا پاؤ میں ملا دیا۔ گاہک نے کھانے کے بعد کہا کہ تم اتنا اچھا وڑا پاؤ بناتے ہو۔ میں تم کو بہت سارے پیسے دوں گا۔ میں ایک بڑی دکان کا مالک ہوں تم میرے نوکروں کو وڑا پاؤ بنانا سکھاؤ اور اس طرح راجو اپنی ایمانداری اور محنت کی وجہ سے کامیاب ہوگیا اور راج حسد اور جلن کی وجہ سے پیچھے رہ گیا۔

■

Anasoddin Atiquddin Patel(Class 7)
Zila Parishad Urdu Upper PrimarySchool
Wadgaon, Hashampur - 443402
Taluka: Jalgaon (Jamod)
Dist.: Buldhana (Maharashtra)
Mob.: 8975149829

ننھے فنکار

مومنہ خاتون، درجہ سوم، الہدیٰ ماڈل اسکول، لکھنؤ، یوپی

زینب بخش بنت شعبان بخش، درجہ سوم، گرین ووڈ اسکول، بدایوں، یوپی

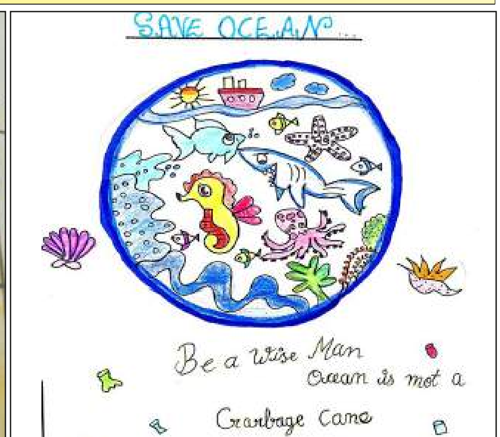

عالیہ اقبال، درجہ ششم، ہمدرد پبلک اسکول، نئی دہلی

شمع تبارک علی چودھری، درجہ سوم، المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول پوار بستی چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

تبسم ذاکر حسین ملا، درجہ ہفتم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول، وجے پورا، کرناٹک

شفا اظہار احمد رحمانی، درجہ چہارم
ابھیشیک انٹرنیشنل اسکول چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

شاہ رفعت افیر، ضلع پریشد اردو اسکول، کسارے، تعلقہ ساکری، ضلع دھولیہ، مہاراشٹر

شیخ عائشہ شیخ جاوید، درجہ چہارم الف
آکسفورڈ انگلش اسکول سلوڑ اورنگ آباد، مہاراشٹر

کبیر شاہ، درجہ سوم ای، سینٹ وینسٹ پلوٹی اسکول
جعفر نگر، رنگ روڈ، ناگپور، مہاراشٹر

تانیہ بانو محمد شریف، درجہ دوازدہم، گورنمنٹ اردو گرلس ہائیر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

محمد جعفر، درجہ حفظ، مدرسہ رحمت العلوم نوکاٹولہ، رکسول، ضلع مشرقی چمپارن (بہار)

ایمن صدیقی، درجہ چہارم، بیمبنی انٹرنیشنل اسکول
آزاد چوک، رستم پور، گورکھپوری، یوپی

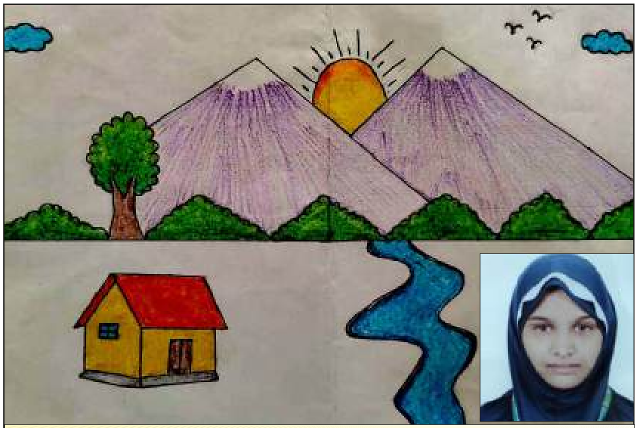

بی بی عائشہ ہڈگل، درجہ نہم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول، وجے پورہ، کرناٹک

طہورہ شکیل ہوالدار، درجہ پنجم
بیگم قمرالنساء کاریگر گرلز ہائی اسکول و جونیئر کالج ،شولا پور، مہاراشٹر

عمارہ عبدالسلام دفعدار
درجہ دہم، بیگم قمرالنسا کاریگر گرلز ہائی اسکول و جونیئر کالج شولا پور، مہاراشٹر

مشکوٰۃ لشکرے، درجہ ہشتم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول وجے پور، کرناٹک

علیزہ ندف، درجہ ہشتم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول وجے پور، کرناٹک

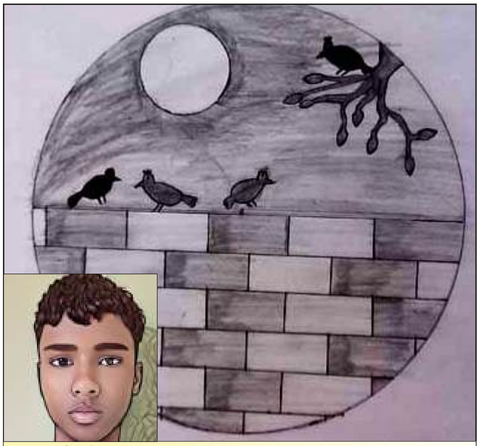

ملک ریحان درگا، درجہ نہم، الہدیٰ اردو پرائمری اینڈ ہائی اسکول
وجے پورہ، کرناٹک

ننھے فنکار

الشفا نوری بنت خورشید عالم، درجہ نہم، جامعہ رحمانیہ، مدنپورہ، وارانسی

محمد شبیر درجہ ہفتم، بیل گھریا جتن داس، ودیا مندر، کولکاتا، مغربی بنگال

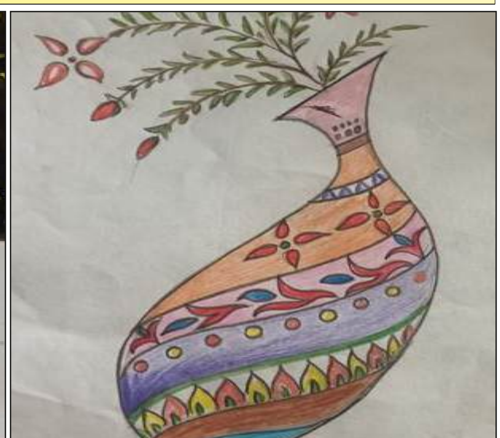

علیشہ ناز اعجاز انصاری، نشاط ہائی اسکول، شہادا، ضلع، نندوبار، مہاراشٹر

محمد ریان، ملاپورم، کیرالہ

سارہ صدف شیخ فاروق، درجہ: چہارم

ضلع پریشد اردو اسکول پیپل گاؤں کالے، جلگاؤں جامود، ضلع بلڈھانہ، مہاراشٹر

محمد مصعب عادل ندوی

المنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول پوار بستی چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, सितम्बर 2024, वर्ष 12, अंक 09
BACHON KI DUNIYA Monthly, September 2024 Vol. 12, Issue: 09
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2022-24
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/08/2024
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت
ایک قدم صفائی کی جانب

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

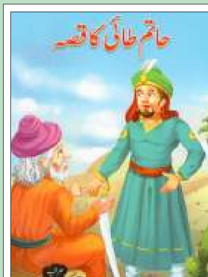

صفحات: 86 ، قیمت: 30 روپے

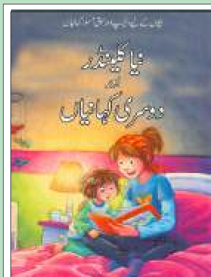

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

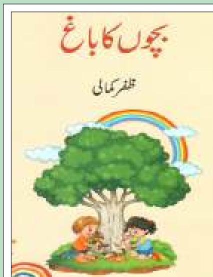

صفحات: 50، قیمت: 20 روپے

صفحات: 64، قیمت: 25 روپے

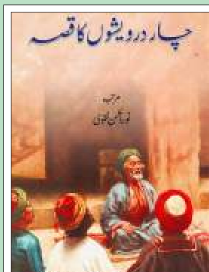

صفحات: 70، قیمت: 30 روپے

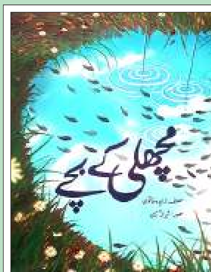

صفحات : 22، قیمت: 25 روپے

صفحات: 108، قیمت: 95 روپے

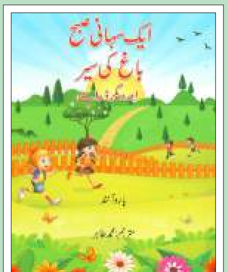

صفحات: 101، قیمت: 35 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:
شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066
فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Md Shams Equbal, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.
LPC DELHI,DELHI PSO,DELHI RMS,DELHI-6